مکتوب سلسلہ

يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّن رَّبِّكُمْ

مجلہ تحقیقی، فکری، اصلاحی واہ کینٹ

البرہان الحق

سال 6 — مسلسل شمارہ نمبر 21

رجب تا رمضان 1437ھ — اپریل تا جون 2016ء

مدیر اعلیٰ: افضل شاہد اعوان 0300-9129852

مدیر: بادشاہ تبسم بخاری 0300-5097394

نگران: ابو اسامہ ظفر القادری بکھروی 0344-7519992

مجلس مشاورت

سید غلام مصطفیٰ شاہ
مفتی محمد عبد السلام قادری
مفتی کامران مسعود رضوی
مولانا حافظ طاہر محمود
مولانا محمد فاروق اشرف

مجلس ادارت

مفتی رضاء المصطفیٰ ظریف القادری (گوجرانوالہ)
علامہ غلام رسول قاسمی (سرگودھا)
سید صابر حسین شاہ بخاری (اٹک)
مفتی سید صابر حسین (کراچی)
فیصل خان (راولپنڈی)

مدیر منتظم: ظفر محمود قریشی 0343-5942217، 0302-5122863

قانونی مشاورت: محمد شمیم نقشبندی — عبد الغفور — الطاف حسین عطاری

مشیر خصوصی: علامہ محمد منصور رضا عطاری، مہتمم جامعہ فیضانِ مصطفیٰ حسن ابدال 0311-8710692، 0321-8500692

نمائندگان

علامہ محمد جہانگیر قادری (حسن ابدال)
مولانا حسن رضا (گجرات)
محمد سعید مجاہد آبادی (لاہور)
عدیل عطاری (پنڈی گھیپ)
مولانا حافظ ظہور الحق (راولپنڈی)
مولانا آصف محمود اعوان (چکری)
قاری محمود الحسن (گوجر خان)

ہدیہ فی پرچہ: 30 روپے

سالانہ چندہ عام ڈاک: 200 روپے

بذریعہ رجسٹرڈ ڈاک: 300 روپے

نوٹ: نفسِ مضمون کی تمام تر ذمہ داری مضمون نگار پر ہوگی ادارہ کا کسی مضمون نگار سے کلی طور پر متفق ہونا ضروری نہیں۔

zaf.wah786@gmail.com Web:www.aifwah.com

مکتبہ فیضانِ سنت دُکان نمبر 28 میلاد چوک واہ کینٹ 0300-8351746

فہرست

اداریہ

صدائے دل

عہد فاروقی میں دوران قحط چوری کی سزا کی معطلی اور اطالوی عدالت کا فیصلہ

روزنامہ ایکسپریس اسلام آباد نے 5 مئی 2016ء کو اپنی اشاعت میں ایک خبر کو کالم میں نمایاں طور پر شائع کیا ہے جس کی شہ سرخی یہ ہے۔ ''بھوک میں چوری جرم نہیں اطالوی عدالت کا تاریخ ساز فیصلہ''

ذیلی سرخی میں لکھا گیا کہ مدعا علیہ نے ضرورت کے تحت خوراک اٹھائی اسلئے یہ جرم کے زمرے میں نہیں آتا: عدالت تفصیل میں روم سے نیٹ نیوز کی وساطت سے خبر ہے کہ اٹلی کی اعلی عدالت نے خوراک کی چوری کے ایک مقدمے میں تاریخی فیصلہ دیتے ہوئے کہا ہے کہ مدعا علیہ نے ضرورت کے تحت خوراک اٹھائی اس لئے یہ جرم کے زمرے میں نہیں آتا۔ عدالت نے فیصلہ صادر کیا ہے کہ بھوک سے بچنے کے لئے خوراک چوری کرنا جرم نہیں ہے۔ ججوں نے رومن اوسریا کوف کے خلاف چوری کا مقدمہ خارج کر دیا۔

اخبار نے شہ سرخی میں لکھا ہے کہ اطالوی عدالت کا تاریخ ساز فیصلہ لیکن ہم ریکارڈ کی درستگی کے لیے بتانا چاہتے ہیں کہ اطالوی عدالت کا یہ فیصلہ اگرچہ درست ہے اور سراہے جانے کے قابل ہے لیکن یہ تاریخ ساز نہیں ہے اس لئے کہ یہ تاریخ سازی آج سے چودہ سو سال قبل حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں ہو چکی ہے۔ اس زمانے میں جب قحط پڑ گیا تھا تو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے چوری کی سزا ہاتھ کاٹنے کو معطل کر دیا تھا لہٰذا ہمیں اپنا روشن ماضی بھولنا نہیں چاہیے بلکہ اس پر فخر کرنا چاہیے۔

رمضان المبارک میں دروس کا اہتمام کیجئے

رمضان المبارک کی آمد آمد ہے جونہی رمضان المبارک کا چاند نظر آتا ہے ہر طرف ایک ایسا روحانی کیف و سرور چھا جاتا ہے جسے ہر کوئی محسوس کر سکتا ہے۔ گلی محلے دفاتر اور مساجد کا ماحول بھی ہمیں بدلا بدلا نظر آتا ہے مساجد نمازیوں سے بھر جاتی ہیں۔ نماز تراویح میں لوگوں کی کثرت ہوتی ہے لوگ

قرآن پاک کی تلاوت میں مگن نظر آتے ہیں۔ سب لوگ نیکی پر آمادہ نظر آتے ہیں یہ نیکیوں کی برسات کا موسم ہوتا ہے دل و دماغ کی زمین نرم اور زرخیز ہو جاتی ہے ایسے موسم میں اگر کوئی بیج بویا جائے تو اس کے پھلنے پھولنے کے واضح امکانات ہوتے ہیں اس لئے رمضان پاک کی ان مقدس ساعتوں سے ہمیں فائدہ اٹھانا چاہیے اور ہر مسجد کے امام وخطیب کو چاہیے کہ وہ لوگوں کو دینی تعلیمات سے روشناس کرانے کے لئے درس وتدریس کا اہتمام کرے یہ درس مختصر اور جامع ہو اور اس کا اہتمام اپنا ماحول اور نمازیوں کی سہولت کو مدنظر رکھتے ہوئے دن میں دو دفعہ نہ سہی ایک دفعہ تو ضرور بالضرور ہونا چاہیے۔ اس میں عقائد، اصلاح اعمال اور اصلاح معاشرہ کو موضوع بنانا چاہیے انشاءاللہ اس کا فائدہ ضرور ہوگا۔

ہماری بعض مساجد میں ہمارے علماء کرام بہت پہلے سے ہر کام انتہائی موثر طریقے سے کر رہے ہیں۔ لیکن مجھے انتہائی افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ اکثر مساجد میں اس طرح کا کوئی سلسلہ نہیں ہوتا پورا رمضان گزر جاتا ہے اور ان مساجد کے امام وخطیب ایک لفظ تک نہیں بولتے سوائے اس ایک اعلان کے جو ہر مسجد میں ہوتا ہے حضرات آپ جانتے ہیں کہ حافظ صاحب قبلہ ہمیں نماز تراویح میں قرآن پاک سنا رہے ہیں لہذا ان کی خدمت کے لئے اور ختم قرآن کے لئے دل کھول کر تعاون کریں۔

علمائے کرام سے میری دست بستہ عاجزانہ درخواست ہے کہ خدارا اپنی اپنی مساجد میں دروس کا انتظام کیجئے۔ جو لوگ رمضان المبارک میں آپ کے پاس آگئے ہیں ان میں سے کئی آپکو سال بعد ہی نظر آئیں گے۔ اس لئے ان سے دوستی کیجیے ان کو اپنے قریب کیجیے۔ ان سے پیار کیجیے ان کو اپنے حلقہ اثر میں لائیے۔ ان کے دل و دماغ کو تبدیل کرنے کی کوشش کیجیے۔ ان میں کئی ہیرے موجود ہیں جنہیں تراشنے کی ضرورت ہے۔

اگر آپ خود یہ کام نہیں کر سکتے تو دعوت اسلامی کے کسی بھائی کی یہ ڈیوٹی لگائیں لیکن خود اس درس میں ضرور بیٹھیں تا کہ لوگ بھی بیٹھیں ۔

ع ذرا نم ہو تو یہ مٹی بڑی زرخیز ہے ساقی

افضل شاہد اعوان (مدیر اعلیٰ)

تحفظ حقوق نسواں بل

پروفیسر ڈاکٹر نور احمد شاہتاز
(ممبر اسلامی نظریاتی کونسل)

گزشتہ ماہ پنجاب اسمبلی نے ایک بل پاس کیا جسے عرفِ عام میں تحفظِ حقوق نسواں بل کا نام دیا گیا، اس بل کا سرکاری نام یا عنوان ...... Punjab Protection of Women against voilence act 2015 (خواتین کے خلاف تشدد سے تحفظ کا پنجاب ایکٹ ۲۰۱۵ء)...... ہے۔اسی طرح کا ایک بل خیبر پختونخواہ اسمبلی میں پیش ہونے کو تیار ہے، پنجاب اسمبلی اور حکومت نے تو بل پاس کرلیا جبکہ خیبر پختونخواہ کے گورنر صاحب نے بل آئینی تقاضے کے مطابق اسلامی نظریاتی کونسل کو نظر ثانی اور رائے کے لئے بھجوایا، اس پر کونسل میں ان کی تحسین کی گئی۔

اس بل کے بارے میں اخبارات میں کالم نویسوں نے بہت کچھ لکھا، اور اینکرز نے میڈیا پر بہت کچھ کہا.....قوم اس بل کی تکلیف سے بلبلا رہی تھی کہ جناب چئرمین صاحب (اسلامی نظریاتی کونسل) نے قوم کے کرب کو محسوس کرتے ہوئے کونسل کا اجلاس طلب کرلیا اور یہ بل اسلامی نظریاتی کونسل میں زیر بحث آ گیا، الحمدللہ کونسل نے اس پر تفصیلی غور کیا، بل کی ہر ہر شق کو کونسل کے اجلاس میں پڑھا گیا اور اس کی تمام تر جزئیات پر بحث ہوئی.....دوروزہ اجلاس کے بعد جناب چیئرمین کونسل نے اس بل کے بارے میں کونسل کی رائے ایک پریس کانفرنس کی صورت میں پیش کی تو قوم نے سکھ کا سانس لیا اور اس پر اپنے اطمینان اور کونسل پر بھرپور اعتماد کا اظہار کیا......

اس بل پر کونسل کے تحفظات کی بات بھی ہم کریں گے لیکن پہلے اس پر غیور عوام کے تحفظات کا ذکر ہوجائے۔عوام کی ترجمانی کرتے ہوئے جناب انصار عباسی صاحب نے لکھا: کہ حقوق نسواں کے لئے ہمارے سامنے دو ماڈل ہیں ایک اسلامی دوسرا مغربی، ہم اپنے نعروں میں، تقریروں میں تو پہلے ماڈل کی بات کرتے ہیں لیکن نفاذ اس مغربی ماڈل کا کررہے ہیں جس نے عورت کی حرمت کے ساتھ ساتھ خاندانی معاشرتی اخلاقی اور مذہبی اقدار کو تباہ و برباد کردیا ہے۔ہم جس ڈگر پر چل رہے ہیں

اس کی منزل عورت کا وہ استحصال ہے جس کی کوئی حد نہیں۔اسلامی ماڈل میں عورت کو ماں کی حیثیت سے وہ درجہ حاصل ہے جو کسی دوسرے رشتہ دار کو حاصل نہیں۔مگر دوسرے ماڈل کے مطابق ہم جو کچھ کرنے جارہے ہیں اس سے ہمارے ہاں بہتری کی بجائے ایک ایسا ماحول بنایا جارہا ہے جہاں بیٹی بہن اور بیوی کو شہ دی جارہی ہے کہ وہ اپنے باپ بھائی اور شوہر کے سامنے کھڑی ہوجائیں، وہ کسی غیر شرعی غیر فطری تعلق سے منع کریں تو حقوقِ نسواں کے نام پر ڈٹ جاؤ، اور کسی کی بہن بیٹی گھر سے بھاگے تو انہیں رول ماڈل بنا کر پیش کرو۔عورتوں کے حقوق یہ نہیں کہ انہیں گھر سے باہر نکالا جائے بلکہ حقوق یہ ہیں کہ انہیں تحفظ دیا جائے اور ان کے تمام معاملات اسلام کے وضع کردہ قوانین کے مطابق طے کئے جائیں۔

جناب اوریا مقبول جان نے لکھا کہ:......مغرب زدہ دانشور اس مغربی تہذیب اور مغرب زدہ طرزِ تعلیم کو اختیار کرنے کا درس تو دیتے ہیں لیکن اس سے جنم لینے والی اخلاقی اقدار، جنسی بے راہ روی، خاندانی نظام کی بربادی، تشدد اور اس حد تک بڑھی ہوئی انفرادیت کہ والدین کا اولڈ ایج گھروں میں اذیت ناک زندگی اور عبرتناک موت کا شکار ہونے جیسے مسائل عام ہیں۔اسی نظام کو ہمارے ہاں نافذ کرنے کی کوششیں ہمیں آخر کہاں پہنچانا چاہتی ہیں......

محترمہ ڈاکٹر سمیحہ راحیل قاضی صاحبہ نے لکھا:......بل بظاہر گھریلو تشدد سے بچاؤ کے لئے ایک اچھا اقدام لگتا ہے لیکن اس کے دوررس نتائج کا جائزہ لینا بھی ضروری ہے۔مغرب نے اپنے تمدن کی بنیاد مرد عورت کی مساوات، عورت کے معاشی استقلال، مرد وزن کے آزادانہ اختلاط، اور عورت کے قانونی تحفظ پر رکھی، مگر اس کا ایک تلخ نتیجہ یہ نکلا کہ گھر جو تمدن کی بنیاد ہے، بکھر کر رہ گیا اور خاندانی نظام ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہوگیا۔اگرچہ فرد کو قانون کا تحفظ تو حاصل ہے مگر اس کے باوجود ایک دوسرے کے ہاتھ سے پٹنا، طلاق کی کثرت، تشدد، بغیر نکاح کے ساتھ رہنے کا رجحان، نسل کشی اور تحدید آبادی، جیسے مسائل کا دنیا کو سامنا ہے اور اس کی واحد وجہ مرد و عورت کے باہمی تعلق کی بے اعتدالی ہے۔اس بل کے ذریعہ معاشرے کو مغربی رنگ میں رنگ کر قانونی تحفظ دینے کی کوشش کی جارہی ہے۔تاکہ خاتون نہ صرف ہر طرح کی پابندیوں سے آزاد ہوکر اپنے راستے میں آنے والے ہر تعلق کے خلاف عدالت میں شکایت جمع کرواسکے بلکہ پروٹیکشن کمیٹی کے تحت چلنے والے اداروں میں اسے شلٹر ہوم بھی

مل جائے اوراس کی کفالت بھی ہوتی رہے اوروہ من مانی بھی کرتی رہے..........الخ

سنی اتحاد کونسل، مولانا فضل الرحمن، جناب سینیٹر سراج الحق، صاحبزادہ ابوالخیر محمد زبیر اور دیگر مذہبی عمائدین نے اس کی پرزور مخالفت کی اور کہا کہ ہم اسمبلیوں میں بھی اس کے خلاف پرزور احتجاج کریں گے اور بل کی واپسی کی بات کریں گے۔

اسلامی نظریاتی کونسل نے شق وار بل کا جائزہ لیا تو حیرت انگیز مسائل ونتائج سامنے آئے بل کے تعارف میں لکھا ہے کہ: عورتوں پر تشدد کے واقعات بڑھنے کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ ہمارا موجودہ قانونی نظام خواتین پر مظالم اور تشدد کی بجاطور پر نشاندہی نہیں کرتا۔ چنانچہ اس مسودہ قانون کا مقصد خواتین پر تشدد کو روکنا اور خواتین کا تحفظ و بحالی کا نظام قائم کرنا ہے۔ مسودہ قانون خواتین پر ہر قسم کے تشدد کا احاطہ کرتا ہے بشمول گھریلو تشدد، جذباتی، نفسیاتی، اور بدکلامی، معاشی استحصال، سٹاکنگ اور سائبر کرائمز......

اس مسودہ قانون کے تعارف کے خط کشیدہ الفاظ قابلِ غور ہیں، اور یہ کہنا کہ ہمارا موجودہ قانونی نظام خواتین پر مظالم اور تشدد کی بجاطور پر نشاندہی نہیں کرتا، صریح جھوٹ ہے'۔ قرآن کریم، سنت مصطفی ﷺ، آئینِ پاکستان اور تعزیرات پاکستان میں، نیز عائلی قوانین میں خواتین کے خلاف ہونے والی ہر پر تشدد کاروائی سے تحفظ اور اور علاج موجود ہے اور وطن عزیز کی خواتین ان قوانین ہی کی بدولت اپنے حقوق حاصل کرتی رہی ہیں......اسلام نے گھریلو جھگڑوں کا ابتدائی حل گھر ہی میں تجویز کیا ہے......**فابعثوا حکماً من اهله وحکماً من اهلها**..........میں عورت کی بھلائی کا مکمل سامان موجود ہے۔

اسی مسودہ قانون کے مقاصد میں درج ہے کہ:......قانون کا مقصد، معاشرے میں ان (خواتین) کے حسبِ منشا آزادانہ کردار ادا کرنے کے لئے خواتین کی حوصلہ افزائی کی جائے۔ اور سہولت بہم پہنچانے کے لئے موافق ماحول پیدا کیا جائے......

اللہ تعالی جو خالق کائنات ہے اس نے مردوزن کو پیدا کیا تو اپنے رسولوں کے ذریعہ ان کے حقوق وفرائض بھی متعین فرمائے، اور اسلام میں مرد یا خاتون کو حسب منشا آزادانہ زندگی گزارنے سے منع کیا اور روکا بلکہ ان دونوں کو زندگی گزارنے کے چند اصول وقواعد کا پابند بنایا، یہ اصول وضوابط ستر

ماؤں سے زیادہ پیار کرنے والے رب نے حضور سرور دوعالم ﷺ کے ذریعہ انسانوں کو اس طرح سکھائے کہ ان کی زندگی خوشگوار گزرے اور ان میں احترامِ باہمی ہو، اللہ کا یہ فرمان کہ **لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوة حسنة**......مردوزن دونوں کے لئے ہے......جب دونوں کو اسوۂ حسنہ کا پابند بنایا جارہا ہے تو آزادانہ وحسب منشا زندگی گزارنے کی اجازت کہاں سے آگئی؟..........آزادانہ اور حسب منشا زندگی گزارنے کی خواہش وروش نے تو یورپ میں معاملہ یہاں تک پہنچا دیا کہ حسب منشا بغیر نکاح کے عورتیں رہنے لگیں، اور آزادانہ مرد مردوں سے اور عورتیں عورتوں سے بیاہی جانے لگیں کیا اس بل کے ذریعہ اسی قسم کا معاشرہ یہاں قائم کرنے کی کوشش کی جارہی ہے؟ اوراس کوشش کی کامیابی کے لئے مختلف این جی اوز کے ذریعہ کروڑوں ڈالر خرچ کئے جارہے ہیں......متعدد علماء نما لوگوں کو خرید لیا گیا ہے جو اس ایجنڈا کے پرزور حامی و پرچارک بن کر سوشل میڈیا پر لوگوں کو گمراہ کرنے کا کام انجام دے رہے ہیں......

مسودہ بل میں لکھا ہے:......رہائشی سے مراد اس بل میں ایسی خاتون ہے جو دارالامان میں مقیم ہو..........گویا جو عورت گھر کے نظام سے باغی ہو کر دارالامان آجائے تو وہ رہائشی ہے اور جب تک گھر میں رہے تو گویا قیدی ہے......اور گھر کی قید سے اسے رہائی دلانے کے لئے یہ بل اور اس بل میں مذکور تحفظ سینٹرز اور دارالامان بڑی تعداد میں قائم کئے جارہے ہیں......کیا یہ دارالامان اور تحفظ سینٹرز گھر کی چاردیواری سے زیادہ پرسکون اور راحت کدے ثابت ہوں گے، قوم ملک میں پہلے سے قائم دارالامانوں کی مخدوش اخلاقی صورت حال اور آئے دن بننے والے سکینڈلز سے واقف نہیں؟ گھر اللہ کی ایک نعمت ہے کیا اس کا کوئی متبادل ہوسکتا ہے ؟

مسودہ بل میں لکھا ہے کہ:......تشدد سے مراد گھریلو تشدد، جنسی تشدد، نفسیاتی استحصال، معاشی استحصال، ہراساں کرنا یا کوئی سائبر کرائم شامل ہے......

گویا بل میں مذکور تشدد وہ ہیں جو ماضی میں خواتین پر ہوتے رہے ہیں اور اب بھی ہورہے ہیں، خواتین کو یہ اختیار دلانا مقصود ہے کہ وہ کسی بھی قسم کی ہلکی پھلکی یا زوردار ڈانٹ کو تشدد سے تعبیر کریں اور تحفظ سینٹر پہنچ جائیں......نفسیاتی استحصال میں کوئی بیٹی یہ بھی کل کہ سکتی ہے کہ میرا نفس اپنے بوائے فرینڈز کے ساتھ آزادانہ رہنے کی خواہش رکھتا ہے مگر کیا کروں میرا نفسیاتی استحصال ہورہا ہے، میں جسم

فروشی کے کاروبار کے ذریعہ دولت کمانا چاہتی ہوں مگر والدین منع کرتے ہیں اور یہ میرا معاشی استحصال ہے لہٰذا مجھے ظالم ماں باپ سے تحفظ فراہم کیا جائے............وعلی ہذا القیاس............

ہم سمجھتے ہیں کہ بل کی یہ شق مغرب کی طرح مسلم بچیوں کو مادر پدر آزادی دلوانے کے لئے ہے، کیا پاکستان کے غیور والدین مسلم سربراہانِ خاندان یہ برداشت کریں گے؟ یقیناً نہیں تو اسی لئے کونسل نے اس بل کو مسترد کر دیا ہے کہ یہ عزتوں کو پامال کرنے والا اور غیرتوں کے جنازے نکالنے والا بل ہے......

بل کے عدالتی پروٹیکشن آرڈر، کے ضمن میں لکھا ہے کہ:......(مرد) سنگین تشدد کے کسی ایسے عمل یا ایسا سنگین تشدد جس سے متاثرہ شخصیت کی زندگی ناموس، یا شہرت کو خطرہ لاحق ہونے کا احتمال ہو، کی خاطر ٹخنہ یا کلائی پر بریسلٹ جی پی ایس ٹریکر پہنے۔

اس پر کونسل کے علماء اراکین کا موقف تھا کہ سنگین تشدد کی کوئی تعریف اور پیمانہ بل میں وضع نہیں کیا گیا، گویا خاتون جس سختی کو تشدد یا سنگین تشدد کا نام دے دے وہی سنگین ہوگا۔

ہمارے ایک دوست کے بقول مثلاً اگر خاوند نے اپنی ماڈرن سی لیڈی کے ساتھ وطی کے دوران ذرا زیادہ زورِ محبت دکھا دیا تو یہ سنگین تشدد کے زمرے میں آ سکتا ہے......اب اس کی سزا یہ ہے کہ مرد کے خلاف وہ مغرب زدہ لیڈی تحفظِ خواتین سینٹر میں جا کر شکایت کرے گی اور عدالت سے رجوع کرنے پر عدالت ایسے شوہر کو گلے میں یا ہاتھ میں یا پاؤں میں ایک زنجیر (بریسلٹ) پہنائے گی۔ کہ تشدد بڑا سنگین نوعیت کا ہے۔

کونسل کے ممبر علماء کرام نے فرمایا کہ ہمارے معاشرہ میں اس قسم کا اقدام ہمارے عرف میں شوہر کی انتہائی بے عزتی میں شمار ہوتا ہے لہٰذا کوئی بھی شوہر یہ برداشت نہ کرے گا اور اپنے ہاتھ میں اس علامتِ بے توقیری یا پاؤں میں اس زنجیر غلامی یا گلے میں اس طوقِ ملامت کے پہننے سے پہلے ہی ایسی خاتون کو طلاق کا طوق اس کے گلے میں ڈال دے گا......تو کیا اس سے خاندانی نظام میں الفتیں جنم لیں گی یا نفرتیں...... یہ کوئی منطقی وفلسفیانہ مسئلہ نہیں ہر شخص سوچ اور سمجھ سکتا ہے۔

علاوہ ازیں بل میں کہا گیا ہے کہ:......عدالت یہ حکم بھی جاری کر سکتی ہے کہ سنگین تشدد جس سے متاثرہ شخصیت کی زندگی ناموس، یا شہرت کو خطرہ لاحق ہونے کا احتمال ہو، تو وہ شخص گھر سے باہر نکل

جائے۔

کونسل کے معزز اراکین/علماء کرام نے فرمایا کہ جو عورت شوہر کو بے گھر کرنے کا سبب بنے گی کیا شوہر اسے گھر میں آباد کر لے گا؟ بل میں مذکور ایک حکم کے مطابق تین دن تک شوہر کو گھر سے بے گھر کرنے کا حکم دیا جا سکتا ہے......اس صورت میں متوقع ردعمل یہ ہے کہ یہ نوبت آنے سے قبل ہی شوہر اسے ہمیشہ کے لئے بے گھر کر دے............تو کیا پھر شوہروں کے حق طلاق پر قدغن لگا کر مغربی طرز طلاق کو نافذ کیا جائے گا............

اسی بل میں کہا گیا ہے کہ:......ضلعی افسر تحفظ خواتین، یا افسرِ تحفظ خواتین، متاثرہ خاتون کو بچانے کی غرض سے کسی بھی وقت کسی بھی گھر یا جگہ میں داخل ہو سکتے ہیں۔

یہ شق آئین میں دئے گئے چادر و چار دیواری کے تحفظ کے خلاف اور اسلامی اصولوں کی بھی صریح خلاف ورزی ہے کہ اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے......**لا تدخلوا بیوتاً غیر بیوتکم حتی تستانسوا** کہ کسی غیر کے گھر میں بلا اجازت داخلہ منع ہے......مگر اس بل کے ذریعہ بلا اجازت ہر وقت ہر گھر میں اس بہانے سے ہر افسر تحفظِ خواتین کا داخلہ درست ہے کہ اس گھر میں عورت پر تشدد ہو رہا ہے لہٰذا ہم بلا اجازت اس گھر کی حرمت پامال کرنے آ گئے ہیں خبردار جو کوئی داخل ہونے سے روکے............

مذکورہ بالا سطور میں ہم نے مشتے نمونہ از خروارے پیش کیا ہے پورے بل پر گفتگو نہیں کی، ان مثالوں سے یہ بتانا مقصود ہے کہ اس بل کی یہ اور اسی قسم کی دیگر شقیں آئین میں دئے گئے بنیادی انسانی حقوق اور اسلام کے عطا کردہ بنیادی اسلامی حقوق کے صراحتاً منافی ہیں۔ چنانچہ کونسل نے اس بل کو مسترد کرتے ہوئے کہا ہے کہ خواتین کے حقوق سے متعلق تعزیرات پاکستان اور دیگر قوانین میں بہت کچھ سامان تحفظ موجود ہے لہٰذا اس کی ضرورت نہیں، کونسل کے اراکین کا خیال تھا کہ یہ بل مغرب کو خوش کرنے کے لئے لایا گیا ہے مگر ہم مغرب کی خوشی کی خاطر اپنا خاندانی نظام تباہ نہیں ہونے دیں گے............اور کونسل کا جو فریضہ ہے کہ ملک میں ہونے والی قانون سازی پر نظر رکھے اور کوئی قانون خلاف تعلیمات قرآن وسنت بن جائے تو اس پر ایکشن لے اور متعلقہ اداروں اور اسمبلیوں کو تنبیہ کرے کہ آئین کی پاسداری کریں اور خلافِ قرآن وسنت کوئی قانون نہ بنائیں......کونسل وہ فریضہ ادا کرتی رہے گی۔

کونسل کے اس فیصلہ پر بڑی لے دے ہوئی اور کونسل کے چیئرمین، اراکین، اور پوری کونسل کو مغربی سیکولرازم کے ایجنٹوں اور لبرل ازم کے تنخواہ دار نوکروں کی جانب سے بہت کچھ کہا گیا مگر کونسل کے اراکین یہ سب کچھ خندہ پیشانی سے برداشت کر گئے۔ اور ایسی آوازوں پر یہ شعر کہہ کر صبر کر گئے کہ:......

عرفی تو میندایش زے غوغائے رقیباں
آوازِ سگاں کم نکند رزقِ گدارا

سگانِ لبرل ازم و سیکولرازم اسی طرح وفاداری کا فریضہ ادا کرتے رہیں گے جس طرح ان کی تربیت ہوئی ہے اور غلامان مصطفیٰ نظام مصطفیٰ کے خلاف ہونے والی ہر کوشش کے خلاف اسی طرح مورچہ بند ہیں اور رہیں گے......جس طرح انہیں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تربیت دی ہے...... کیونکہ یہ کوئی نئی بات نہیں اہل حق سے اہل ضیغ کا الجھنا پرانی بات ہے...........

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز
چراغ مصطفوی سے شرارِ بولہبی

ہم کونسل کے معزز اراکین کو اس بل کو مسترد کرنے پر مبارکباد پیش کرتے ہیں اور دعاء کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کونسل کی مزید ایسے ہی جراءت مند اراکین سے نصرت فرمائے۔ (آمین)

دشمنان اقبال سے

(اولیاء اور بادشاہوں کی قبروں کا موازنہ)

کالم: اوریا مقبول جان

اوریا مقبول جان پاکستان کے ریٹائرڈ اعلی آفسر ہیں جو معروف کالم نگار اور دانشور بھی ہیں۔ جدید تعلیم یافتہ حضرات اور دوسرے مکاتب فکر کے لوگ انہیں قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ روز نامہ ایکسپریس اسلام آباد میں حرف راز'' کے عنوان سے کالم لکھتے ہیں 22 اپریل 2016 کو انہوں نے اپنے کالم میں'' دشمنان اقبال سے ''موضوع پر لکھا ہے جس میں انہوں نے اولیاء اور بادشاہوں کی قبروں کا موازنہ کرتے ہوئے اقبال کے دشمنوں کو ہدف تنقید بنایا ہے جو ہم شکریہ کے ساتھ نذر قارئین کر رہے ہیں۔ (مدیر اعلیٰ)

لاہور کی عالمگیری مسجد کے بیرون دروازے کی سیڑھیوں کی ایک جانب شاعر مشرق، مفکر پاکستان، عاشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مسلم امہ کی نشاۃ ثانیہ کے علمبردار علامہ محمد اقبال کی قبر سے جس پر نہ صرف پاکستان بلکہ تمام مسلمان ملکوں سے لاہور آنے والے لوگ ایک احترام اور عقیدت کے جذبے سے سرشار دعا کے لئے ہاتھ اٹھا رہے ہوتے ہیں جبکہ انہی سیڑھیوں کے دوسری جانب آپ کو ایک ویران اور لوگوں کی توجہ سے کوسوں دور ایک قبر ملے گی۔ یہ قبر تاج برطانیہ کے وفادار اور یونینسٹ پارٹی کے رہنما، پنجاب کے وزیر اعلی سردار سکندر حیات کی ہے روزانہ لاکھوں لوگ اس مقام سے گزرتے ہیں، عالم گیری مسجد کی پرشکوہ عمارت کے جاہ وجلال سے محسور ہوتے نظر آتے ہیں۔ دروازے کے اوپر کمروں میں موجود سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تبرکات کو بصد احترام زیارت کے لئے جاتے ہیں۔ بادشاہی مسجد کے صحن میں موجود وضو کے حوض کے ساتھ کھڑے ہو کر تصویریں بناتے ہیں لاہور کے شاہی قلعے

کے عالمگیری دروازے اوراس کے سامنے لان میں موجود حضوری باغ کی بارہ دری کو حیرت سے دیکھتے ہیں، لیکن کوئی اس قبر کے بارے میں دریافت نہیں کرتا کہ یہ کس کی ہے یہاں کیوں دفن ہے۔اس قبر پر سردار سکندر حیات کا کتبہ بھی تحریر ہے لیکن میں نے وہاں کھڑے ہو کر کسی کو وہ کتبہ پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا۔ یہ ہے عبرت کا مقام، یہ ہے وہ موازنہ جو میرا اللہ نشانی کے طور پر واضح کرتا ہے۔اسی لاہور شہر میں میرے اللہ نے موازنے کے لئے ایسی دو اور قبروں پر لوگوں کے ہجوم کی آمد سے واضح کیا ہے کہ جو اس کے ساتھ اوراس کے رسول ﷺ کے ساتھ عہد وفا استوار رکھتے ہیں۔اللہ ان کی موت کے بعد بھی عزت وتکریم کی حفاظت کرتا ہے۔اور جو دنیا کے پیچھے بھاگتے ہیں انہیں کبھی تو دنیا میں ہی بے وفائی کا منظر دکھا دیتا اور موت کے بعد تو ان سے احترام کا رشتہ ایسا ٹوٹتا ہے کہ دنیا ان کی خوبیوں کے بجائے ان کے عیوب کا تذکرہ زیادہ کرنے لگتی ہے۔لاہور شہر میں یہ دو قبریں راوی دریا کے آر پار ہیں۔ایک مغل سلطنت کے سب سے طاقتور اور عاشق مزاج بادشاہ جہانگیر کی قبر ہے جس پر اس کی لاڈلی بیوی نور جہاں نے قیمتی پتھروں سے مزین شاندار مقبرہ تعمیر کروایا۔جسے انگوری باغ میں دفن کیا گیا جو بذات خود ایک خوبصورت سیرگاہ تھی۔احتیاطاً قبر کے تعویز پر آیت الکرسی بھی تحریر کردی، جہانگیر کے اس مقبرے پر سیر وتفریح کے لئے آنے والوں کی ٹولیاں جوق در جوق آتی ہیں۔تصویریں کھچواتی ہیں، اس کے لان میں بیٹھ کر پکنک مناتی ہیں، نئے شادی شدہ جوڑے ہنی مون کی سیر کے لیے اس مقبرے کو بھی شامل رکھتے ہیں۔عشاق جوڑے مقبرے کے اردگرد تنہا مقام پر اپنے لیے نشاط انگیز لمحے ڈھونڈتے پھرتے ہیں۔حیرت کی بات یہ کہ اس کی قبر پر آنے والے وہاں پر کندہ کام کی جاذبیت میں کھوئے ہوئے ہوتے ہیں، تعویز پر ہاتھ پھیرتے ہیں لیکن شائد ہی کوئی ایسا ہو جو جہانگیر کی مغفرت کے لئے ہاتھ اٹھا کر دعا کرے۔مجید امجد نے جہانگیر کے مقبرے میں ان سیر وتفریح کے متوالوں اور مست عشاق کی پھیلائی ہوئی گندگی کو سمیٹنے والے لوگوں کا کیا نقشہ کھینچا ہے۔

اور انہیں دیکھو یہ جاروب کشاں بے عقل

صبح ہوتے ہی جو چن چن کے اٹھا پھینکتے ہیں
گھٹلیاں عشرت ودز دیدہ کی تلچھٹ سے بھری
کہنہ زینوں میں پڑی، تیرہ دریچوں میں پڑی

لیکن دوسری جانب اس ولی کامل درویش الہ مست سید علی بن عثمان ہجویری کا مزار ہے جنہوں نے اللہ سے اپنا کیا ہوا عہد پورا کیا۔غزنی کے پہاڑوں کے دامن سے نکلے اور راوی کے کنارے ایک ٹیلے پر اپنا ٹھکانا بنایا۔رشد وہدایت کے اس سرچشمے سے لاکھوں فیض یاب ہوئے۔آج اسی مختصر سی قبر جس پر کوئی قیمتی پتھر نصب نہیں ہیں نہ اسے کسی بادشاہ کے معمار نے عالمی شہرت یافتہ عمارت کے طور پر تعمیر کیا ہے۔لیکن وہاں چوبیس گھنٹے قرآن پاک کی تلاوت جاری رہتی ہے لوگ ہاتھ اٹھا کر ان کے درجات کی بلندی کی دعائیں کر رہے ہوتے ہیں۔درویش کی کرامت کہ آج بھی روزانہ پچاس ہزار مفلس ونادار اور بھوکے اس کے لنگر سے دو وقت کھانا کھاتے ہیں۔یہ وہی داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ ہیں جن کے بارے میں اقبال نے کہا تھا۔

سید ہجویر مخدوم امم
مرقد او پیر سنجر را حرم
خاک پنجاب از دم او زندہ گشت
صبح ما از مہر او تابندہ گشت

(ہجویر کے یہ سردار امتوں کے مخدوم ہیں جن کی تربت سنجر کے بزرگوں کے لئے احترام کا مقام ہے۔ ان کی وجہ سے پنجاب کی خاک کو نئی زندگی ملی۔اس سورج کی وجہ سے ہماری صبح تابندہ ہوئی)

یہ موازنہ آپ کو صرف لاہور میں نہیں بلکہ آپ کو ہر جگہ ملے گا۔دلی میں سڑک کی ایک جانب نصیر الدین ہمایوں کا مقبرہ ہے اور دوسری جانب نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کا مرقد اور کیفیت وہی ہے جو جہانگیر اور سیدنا علی ہجویری کی قبور کی ہے۔ایک آباد اور قرآن کی آوازوں سے مہکتی ہوئی اور

دوسری ویران ۔نظام الدین اولیا رحمتہ اللہ علیہ کے مزار کے آس پاس دو بڑے شاعر دفن ہیں ۔ایک غالب کا مزار ہے جس کے دروازے پر تالہ لگا ہوتا ہے جالیوں میں سے جھانک کر دیکھو تو قبر پر مٹی کی تہیں جمی ہوتی ہیں ۔ چند ٹولیاں آ کر تصویر بنا لیں تو ٹھیک ورنہ کوئی زحمت کر کے دروازہ کھلوا کر قبر پر فاتحہ پڑھنے کی زحمت گوارہ نہیں کرتا ۔ دوسری جانب تھوڑی ہی دور طوطی شکر مقال حضرت امیر خسرو رحمتہ اللہ علیہ کی قبر ہے وہ خسرو جس نے برصغیر پاک و ہند میں شاعری کو خوبصورتی دی ۔جس کی اردو نما ہندی کی شاعری آج بھی کانوں میں رس گھولتی ہے لیکن خسرو کو زندہ جاوید رکھنے اور اس کی قبر کو بقعۂ نور بنائے رکھنے میں اس کی فارسی میں کہے گئے عشق رسول میں ڈوبے ہوئے اشعار ہیں ۔

خدا خود میر مجلس بود اندر لا مکاں خسرو

محمد شمع محفل بود شب جائے کہ من بودم

(لامکاں کی وہ محفل جس میں مجھے جانے کا شرف حاصل ہوا وہاں اللہ خود میر مجلس ہیں اور رسول اکرم ﷺ شمع کی محفل)۔اللہ سے کیا گیا وہ عہد جو خسرو نے نبھایا اللہ نے اس کو موت کے بعد بھی عزت و ناموس کی رکھوالی کی ۔ دلی کے علاقے مہرولی میں قطب مینار کے سائے تلے کئی سلاطین دہلی دفن ہیں لیکن سوائے عشقیہ تصویر بازی اور تفریحی سیر سپاٹے کے کچھ نہیں ہوتا ۔لوگ ان قبروں کی جانب دیکھتے تک نہیں بس قطب مینار کے سائے تلے تصویریں بناتے ہیں لیکن ساتھ ہی خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمتہ اللہ علیہ کی قبر ہے کہ جہاں فاتحہ پڑھنے والے اور قرآن پاک کی تلاوت کرنے والوں کا ہجوم موجود ہوتا ہے ۔مغلوں نے بابر سے لے کر بہادر شاہ ظفر تک کئی سو سال حکومت کی ۔ کابل کے باغ میں بابر، لاہور میں جہانگیر، اسکندرہ میں اکبر، آگرہ میں شاہ جہاں دفن ہوئے سب کی قبریں ایسے ہی کھیل تماشے کا سامان ہیں ۔البتہ ایک کچی قبر ہے جو اورنگ آباد کے ساتھ خلد آباد میں حضرت زین چشتی رحمتہ اللہ علیہ کی خانقاہ کے باہر ہے ۔ مزار میں رسول ﷺ کا جبہ مبارک رکھا ہوا ہے ۔سیڑھیوں کے نیچے لکھا ہوا ہے جبہ مبارک کے احترام میں درود پڑھتے ہوئے اندر داخل ہوں ۔آپ

جب درود پڑھتے دروازے پر آتے ہیں تو سامنے اللہ سے اپنا عہد نبھانے والے بادشاہ اورنگ زیب عالمگیر کی قبر ہے ۔ جہاں فاتحہ پڑھنے اور قرآن خوانی کرنے والوں کا ہجوم رہتا ہے ۔اس کچی قبر کے اوپر ایک بوٹی اگتی ہے جسے پورا شہر تبرک کے طور پر لے جاتا ہے اور شفا کے طور پر استعمال کرتا ہے ۔دو قومی نظریے کے بانی اورنگ زیب عالمگیر کے بارے میں اقبال نے کہا تھا

درمیان کار زار کفر و دیں

ترکش مارا خدنگ آخریں

(دین اور کفر کے معرکے میں یہ شخص میرے ترکش کا آخری تیر تھا)

یہ سب اس لئے بیان کر رہا ہوں کہ یہ سال اقبال کے دشمنوں کی حکمرانی کا سال ہے ۔ وہ اقبال کی 9 نومبر کی تعطیل یہ کہہ کر ختم کرتے ہیں کہ چھٹیاں زیادہ ہو گئیں لیکن ہولی دیوالی اور ایسٹر کی تین چھٹیاں کر دیتے ہیں ۔پہلی دفعہ 23 مارچ کی پریڈ سے اقبال کی تصویر غائب کر دی جاتی ہے ۔اور کل اقبال کی برسی پر نہ تو کوئی سرکاری تقریب تھی اور نہ ہی میڈیا میں اس کا کوئی تذکرہ، وہ میڈیا جو ایان علی اور قندیل بلوچ کے سحر میں ڈوبا ہوا ہے وہاں اقبال کا ذکر کیسے ممکن ۔لیکن اقبال سے یہ دشمنی نئی نہیں ۔ ہر وہ شخص جو اسلام کی نشاۃ ثانیہ سے خوفزدہ ہے اقبال کا دشمن ہے ۔کبھی کمیونسٹ اقبال کو شاعر نہیں مانتے تھے آج لبرل سیکولر اس کا ذکر لوگوں کے ذہنوں سے محو کرنا چاہتے ہیں ۔کیا اقبال سرکار کی سرپرستی میں شاعر کے طور پر پہچانا جاتا ہے وہ جس کو ایران میں بچہ بچہ جانتا اور اس کے شعر گنگناتا ہو، تاجکستان کا ترانہ از خواب گراں خیز، اقبال سے محبت کا علمبردار ہو، ترکی والے اقبال کے مزار سے مٹی لے کر جائیں اور قونیہ میں اس کا مزار بنائیں اس اقبال کو کون شکست دے گا ۔نواز شریف اور اس کی پانامہ لیکی حکومت ۔مزار اقبال ویسے ہی آباد رہے گا لیکن شاید آپ کی قبروں کا راستہ بتانے والا بھی کوئی موجود نہ ہو۔

اثر ابن عباس اور منکرین ختم نبوت (آخری قسط)

تحقیق: مولانا قاری ارشد مسعود اشرف چشتی

(4) ساجد خان واقدی کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ: ''ہم نے مکمل سند پیش کر دی ہے اس میں واقدی کا نام دکھانے پر منہ مانگا انعام۔

☆☆ امام ابوحیان اندلسی رضی اللہ عنہ نے اس سند کی طرف اشارہ کیا ہے ہوسکتا ہے کہ ان کے پیش نظر کوئی ایسی سند ہو جس میں واقدی موجود ہو جس کا انہوں نے تذکرہ کیا ہے۔

(5) ☆ ساجد خان اس بات کہ ''یہ حدیث شاذ ہے اور حدیث صحیح کیلئے شرط یہ ہے کہ وہ شذوذ سے پاک ہو لہذا یہ حدیث صحیح نہیں ہے'' کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ: ''یہ بھی اہل بدعت کا نرا مغالطہ ہے وہ اس طرح کہ شاذ علی الاطلاق صحت کے منافی نہیں بلکہ اس میں تفصیل ہے کہ ایک شاذ وہ ہے جو'' مقبول'' ہے اور ایک شاذ وہ ہے جو''مردود'' ہے شاذ مردود تو وہ ہے جس میں ثقہ راوی اپنے سے اوثق راوی کی مخالفت کرے سو یہ شاذ صحت کے منافی ہے۔ اور شاذ مقبول یہ ہے کہ جس میں صرف ایک ثقہ راوی روایت نقل کرے اس تفرد کی وجہ سے شاذ ہو تو یہ شاذ مردود نہیں بلکہ مقبول ہے، اور ایسی شاذ روایت صحیح میں شمار ہوتی ہے۔ (صفحہ ۲۴)

☆☆ محدثین کے نزدیک صحیح حدیث کے لئے شذوذ وعلل سے پاک ہونا شرط ہے، ملاحظہ ہو:

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۸۵۲ھ) لکھتے ہیں کہ:

''وخبر الآحاد: بنقل عدل، تام الضبط، متصل السند غير معلل، ولا شاذ، هو الصحيح لذاته''۔

(نزهة النظر فی توضیح نخبة الفكر، ص ۲۵۔۲۶، نور محمد اصح المطابع، آرام باغ، کراچی)

اور ''خبر آحاد'' اچھی طرح محفوظ کرنے والے، معتبر راوی کے بیان کرنے سے، سند متصل کے ساتھ، جو معلول بھی نہ ہو اور شاذ بھی نہ ہو یہی (حدیث) صحیح لذاتہ ہے۔

اسی کی شرح میں پالن پوری دیوبندی نے لکھا ہے کہ:

''صحیح لذاتہ'' وہ حدیث ہے جس کے تمام راوی عادل (ثقہ یعنی معتبر) ہوں، اور حدیث شریف کو سند کے ساتھ خوب اچھی طرح محفوظ کرنے والے ہوں، اور اس کی سند متصل ہو (یعنی سند میں سے کوئی

راوی چھوٹ نہ گیا ہو) اور اسناد میں کوئی علت خفیہ (پوشیدہ) نہ ہو اور وہ روایت شاذ بھی نہ ہو۔

(تحفة الدرر شرح نخبة الفكر، ص ۱۵، قديمی کتب خانہ کراچی)

حافظ ابن کثیر، ابوالفداء اسمعیل بن عمر الدمشقی (م ۷۷۴ھ) لکھتے ہیں کہ:

''أما الحديث الصحيح فهو الحديث المسند الذی يتصل اسناده بنقل العدل الضابط عن العدل الضابط الی منتهاه ولا يكون شاذا ولا معللا''۔ یعنی صحیح حدیث اس مسند حدیث کو کہتے ہیں جس کی سند عادل وضابط راویوں کی سند کے ساتھ آخر تک متصل ہو اور وہ شاذ ومعلول بھی نہ ہو۔ (اختصار علوم الحدیث)

امام ابوعمرو عثمان بن عبدالرحمن الشہرزوری المعروف ابن الصلاح رحمۃ اللہ علیہ (م ۶۴۲ھ) فرماتے ہیں کہ:

''أما الحديث الصحيح فهو الحديث المسند الذی يتصل اسناده بنقل العدل الضابط عن العدل الضابط الی منتهاه ولا يكون شاذا، ولا معللا''۔ (مقدمة ابن الصلاح فی علوم الحدیث ص ۷۔۸، المطبعة القیمة۔ بمبئ، الهند)

امام شرف الدین الطیبی رحمۃ اللہ علیہ (م ۷۴۳ھ) فرماتے ہیں کہ:

''الصحيح: هو ما اتصل سنده بنقل العدل الضابط عن مثله وسلم من شذوذ وعلة''۔

(الخلاصة فی معرفة الحدیث ۳۵، المكتبة الاسلامية للنشر والتوزيع)

یہ بات اصول حدیث کی تقریبا تمام کتب اور ساجد خان کے کئی بزرگوں سے نقل کی جاسکتی ہے مگر اختصار کے پیش نظر ہم انہی چند پر اکتفاء کرتے ہیں۔

☆☆ ساجد خان نے لکھا کہ: ''شاذ مقبول یہ ہے کہ جس میں صرف ایک ثقہ راوی روایت نقل کرے اس تفرد کی وجہ سے شاذ ہو تو یہ شاذ مردود نہیں بلکہ مقبول ہے، اور ایسی شاذ روایت صحیح میں شمار ہوتی ہے''۔

اب اس اصول کے تناظر میں ساجد خان کو چاہئے تھا کہ اس اثر کے راویوں کی توثیق ثابت کرتا پھر کہتا کہ یہ فقط ثقہ کی زیادت ہے مگر ہم پیچھے انہی کے فاضل کے حوالہ سے ذکر کر چکے ہیں کہ شریک بن عبد اللہ ثقہ نہیں ہے اور ان کے فاضل کے بقول اس کی روایت صحیح نہیں بلکہ ضعیف ہوتی ہے تو یہاں زیادت یا تفرد ثقہ کی تو بات ہی نہیں بلکہ راوی ہی بقول فاضل اشرفیہ ضعیف ہے تو یہ اثر اس راوی کی ضعف کے سبب ضعیف قرار پائے گا۔

ثانیا: اس اثر میں شریک بن عبداللہ اپنے سے اوثق راوی کی مخالفت بھی کر رہا ہے لہٰذا ساجد خان کے بیان کردہ اصول کے پیش نظر بھی یہ اثر شاذ کی قسم مردود سے ہوگا، کیونکہ اس اثر میں شریک بن عبداللہ رحمہ اللہ نے شعبہ بن حجاج رحمہ اللہ کی مخالفت کی ہے اور شریک کے بارے میں حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: **''صدوق یخطئ کثیرا ۔۔۔''** جبکہ شعبہ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ: **''ثقة حافظ متقن ۔۔۔''** لہٰذا امام شعبہ اوثق ہیں شریک بن عبداللہ سے اور شریک ان کی مخالفت کر رہے ہیں اور ساتھ ہی ان کا سماع عطاء بن سائب سے بعد از اختلاط ہے، جیسا کہ امام ابو محمد موفق الدین ابن قدامہ حنبلی دمشقی رحمہ اللہ (م ۶۲۰ھ) **''المنتخب من علل الخلال''** میں لکھتے ہیں کہ:

''أخبرني أحمد بن أصرم المزني، أن أبا عبد الله سئل عن حديث شريك، عن عطاء بن السائب عن أبي الضحى، عن ابن عباس في قوله تعالى {ومن الأرض مثلهن يتنزل الأمر بينهن} قال: بينهن نبي كنبيكم، ونوح كنوحكم، وآدم كآدمكم۔ قال أبو عبد الله: هذا رواه شعبة، عن عمرو بن مرة، عن أبي الضحى، عن ابن عباس، لا يذكر هذا، إنما يقول: ''يتنزل العلم والأمر بينهن'' وعطاء بن السائب اختلط، وأنكر أبو عبد الله الحديث۔

(المنتخب من علل الخلال ۱۲۵ برقم (۵۸)، دار الرایۃ للنشر والتوزیع)

مجھے خبر دی احمد بن اصرم مزنی نے کہ بے شک ابوعبداللہ (احمد بن حنبل) سے شریک کی حدیث جس کو وہ عطاء بن سائب سے وہ ابو الضحیٰ سے اور وہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اللہ عزوجل کے قول **{ومن الأرض مثلهن يتنزل الأمر بينهن}** کی تفسیر میں بیان کیا کے بارے میں سوال کیا گیا جس میں کہا ہے کہ ان کے درمیان نبی ہیں تمہارے نبی کی طرح، اور نوح تمہارے نوح کی طرح، اور آدم تمہارے آدم کی طرح''۔

امام ابوعبداللہ احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے فرمایا کہ: یہ اس کو شعبہ نے، عمرو بن مرہ سے وہ ابو الضحیٰ سے وہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے یہ بات ذکر نہیں کی انہوں نے جو کہا ہے وہ **''يتنزل العلم والامر بينهن''** ہے اور عطاء بن سائب اختلاط کا شکار ہو گئے تھے، اور ابوعبداللہ احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے اس حدیث (اثر) کا انکار کیا ہے۔

پس معلوم ہوا کہ ساجد خان کے شاذ مردود کے مطابق بھی یہ اثر شاذ مردود ہے چہ جائیکہ اس کو صحیح حدیث

کا درجہ دیا جائے، پھر اس کا ظاہر متواتر المعنی صحیح احادیث کے بھی خلاف ہے جن میں نبی اکرم ﷺ کے خاتم النبیین ہونے کا بیان ہے اور بقول ساجد خان بھی اس کا مفہوم بظاہر ختم نبوت کے خلاف ہے۔
پس یہ اثر اس لحاظ سے بھی شاذ مردود کی قسم سے ہے۔

امام اسحاق بن ابراہیم بن ہانی (م ۲۷۵ھ) کے سوال پر امام ابوعبداللہ احمد بن حنبل رحمہ اللہ (م ۲۴۱ھ) نے فرمایا کہ:

قلت: لأبي عبد الله: حديث عطاء بن السائب: فيه ''محمد كمحمدكم، وآدم كآدم، وابراهيم كابراهيم'' قال: ليس حديثه في هذا بشيء، اختلط عطاء بن السائب، ليس فيها شيء من آدم كآدم، ولا نبي كنبيكم۔ (مسائل الامام أحمد بن حنبل روایۃ اسحاق بن ابراہیم بن ھانی، جلد ۲ ص ۱۶۰ برقم (۱۸۹۱)، المکتب الاسلامی)

یعنی میں نے امام ابوعبداللہ احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے حدیث عطاء بن سائب کے بارے میں عرض کی جس میں ہے کہ: ''محمد تمہارے محمد کی طرح، آدم، آدم کی طرح، اور ابراہیم، ابراہیم کی طرح'' آپ نے فرمایا: اس کی حدیث میں ایسی کوئی چیز نہیں ہے عطا بن سائب اختلاط کا شکار ہو گئے، اس میں آدم، آدم کی طرح کی کوئی چیز نہیں ہے اور نہ ہی نبی تمہارے نبی ﷺ کی طرح کا کچھ۔

پس معلوم ہوا کہ یہ زیادت عطاء بن سائب کے اختلاط کے سبب بیان کی گئی ہے جس کو بعد از اختلاط سننے والے شریک بن عبداللہ (بقول فاضل اشرفیہ جو ضعیف ہیں) نے روایت کیا ہے، لہٰذا ساجد خان کے بقول شاذ کی جو قسم مردود ہے اس اثر میں یہ زیادت بعد از اختلاط کا کارنامہ ہونے کے سبب مردود ہی قرار پائے گی۔

امام شعبہ رحمہ اللہ کی روایت بھی ملاحظہ فرمائیں:

سألت أبا عبد الله عن: حديث أبي الضحى عن ابن عباس؟ قال أبو عبد الله: أما ما روى أبو داود [الطيالسي]: قرأت على أبي عبد الله: أبو داود قال: حدثنا شعبة عن عمرو بن مرة سمع أبا الضحى يحدث عن ابن عباس قال: قوله: {سبع سموات ومن الأرض مثلهن} قال: في كل أرض خلق مثل ابراهيم۔ (مسائل الامام أحمد بن حنبل روایۃ اسحاق بن ابراہیم بن ھانی النیسابوری، المتوفی ۲۷۵، جلد ۲ ص ۱۵۸-۱۵۹ برقم (۱۸۸۵)، المکتب الاسلامی)

(امام اسحاق بن ہانی ؒ فرماتے ہیں کہ) میں نے ابوعبداللہ احمد بن حنبل ؒ سے ابوالضحی عن ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کے بارے سوال کیا، ابوعبداللہ نے کہا کہ جو روایت کی ابوداود طیالسی ؒ نے، میں نے ابوعبداللہ کے سامنے پڑھا کہ ابوداود نے کہا ہم سے بیان کیا شعبہ نے وہ عمرو بن مرہ سے اس نے ابوالضحی سے سنا وہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کرتے ہیں فرمایا: اللہ کا فرمان {سبع سموات و من الأرض مثلهن} (کی تفسیر میں) کہا کہ: ''ہر زمین میں مخلوق ہے ابراہیم کی مثل۔

اور تشبیہ و تمثیل من کل الوجوہ نہیں ہوتی جیسا کہ اللہ تعالی کا فرمان عالی شان ہے کہ:

{وما من دابة فى الأرض ولا طائر يطير بجناحيه الا أمم أمثالكم ما فرطنا فى الكتب من شيء ثم الى ربهم يحشرون} (الأنعام: ۳۸)

اور نہیں کوئی زمین میں چلنے والا اور نہ کوئی پرند کہ اپنے پروں پر اُڑتا ہے مگر تم جیسی اُمتیں، ہم نے اس کتاب میں کچھ اُٹھا نہ رکھا، پھر اپنے رب کی طرف اُٹھائے جائیں گے۔

پس مثل و مثال سے یہ بات لازم نہیں آتی کہ جس کی مثال بیان کی جارہی ہے وہ اور جس کے ساتھ بیان کی جارہی ہے وہ دونوں ہر لحاظ سے ایک جیسے ہوں بلکہ کسی ایک وجہ کے برابری سے بھی مثال بیان کی جاسکتی ہے جیسا کہ یہاں بیان کیا گیا ہے کہ جیسے ابراہیم علیہ السلام اللہ عزوجل کی مخلوق میں سے ہیں اسی طرح ہر زمین میں مخلوقات ہیں نہ کہ ابراہیم علیہ السلام کی مثل نبی و خلیل۔

یاد رہے ساجد خان نے جو ''مستدرک'' کے حوالہ سے دوسرا اثر ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ: ''ایک اور سند کے ساتھ یہ روایت مختصرا بھی وارد ہے

حدثنا عبد الرحمن بن الحسن القاضى ثنا ابراهيم بن الحسين ثنا آدم بن أبى أياس ثنا شعبة عن عمرو بن مرة عن أبى الضحى عن ابن عباس فى قوله عز وجل سبع سموات و من الأرض مثلهن قال فى كل أرض نحو ابراهيم ۔هذا حديث صحيح على شرط الشيخين ولم يخرجاه قال فى التلخيص على شرط البخارى و مسلم (صفحه ۱۸)

اس اثر کی بھی امام حاکم ؒ تصحیح کررہے ہیں اور حافظ ذہبی ؒ تلخیص میں ان کی موافقت فرما رہے ہیں مگر اس کی سند میں امام حاکم ؒ کا شیخ ''عبدالرحمن بن حسن بن احمد الاسدی الھمذانی القاضی'' یہ

متہم بالکذب ہے۔

☆ ساجد خان لکھتے ہیں کہ: ''خلاصہ بحث یہ کہ شاذ علی الاطلاق صحت کے منافی نہیں بلکہ صرف وہ شاذ مردود ہے جس میں ثقہ اوثق کی مخالفت کرے اور اثر ابن عباس ؓ شاذ مردود میں سے نہیں بلکہ شاذ مقبول میں سے ہے کیونکہ ابی الضحی خود ثقہ ہے اور اپنے سے اوثق کسی راوی کی مخالفت نہیں کررہا مگر چونکہ اس کا متابع نہیں لہذا اس تفرد کی وجہ سے اس کو شاذ کہہ دیا گیا۔(صفحہ ۲۴)

☆ ☆ اثر ابن عباس رضی اللہ عنہما جس کو شریک بن عبداللہ عطاء بن سائب سے زیادت کے ساتھ بیان کررہے ہیں وہ شاذ مردود ہے کیونکہ ابوالضحی سے اس اثر کو روایت کرنے والے عطاء بن سائب اور عمرو بن مرہ دو راوی ہیں جن میں سے زیادت کو بیان کرنے والے صرف عطاء بن سائب ہیں اور وہ آخر عمر میں اختلاط کا شکار ہوگئے تھے اور شریک بن عبداللہ نے ان سے بعد از اختلاط سنا ہے پھر ''عطاء بن سائب'' کے لئے حافظ ابن حجر عسقلانی ؒ نے تقریب میں ''**صدوق يخطئ**۔۔۔'' ذکر کیا ہے، جبکہ ''عمرو بن مرہ'' کے لئے حافظ ابن حجر عسقلانی ؒ نے تقریب میں ''**ثقة عابد**۔۔۔'' کا جملہ ذکر کیا ہے، جبکہ فتح الباری کے مقدمہ میں ''عطاء بن سائب'' کے لئے ''**من مشاهير الرواة الثقات الا أنه اختلط فضعفوه بسبب ذلک وتحصل لي من مجموع كلام الأئمة أن رواية شعبة وسفيان الثورى وزهير بن معاوية وزائدة وأيوب وحماد بن زيد عنه قبل الاختلاط وأن جميع من روى عنه غير هؤلاء فحديثه ضعيف لأنه بعد اختلاطه الا حماد بن سلمة فاختلف قولهم فيه**۔۔۔۔''۔ (ص ۴۲۵) کے الفاظ لکھے ہیں اور اسی میں ''عمرو بن مرہ'' کے لئے ''**أحد الأثبات من صغار التابعين متفق على توثيقه الا أن بعضهم تكلم فيه لأنه كان يرى الارجاء وقال شعبة كان لا يدلس وقد احتج به الجماعة**'' (ص ۴۳۲) کے الفاظ ذکر کئے ہیں

پس ثابت ہوا کہ عمرو بن مرہ اوثق ہیں عطاء بن سائب سے، لہذا عطاء بن سائب کا عمرو بن مرہ کی مخالفت کرنا ہی اس کے شاذ مردود ہونے کے لئے کافی تھا مگر یہاں تو عطاء بن سائب کا اختلاط بھی موجود ہے اور ان سے روایت کرنے والے شریک بن عبداللہ کا قبل از اختلاط روایت کرنا بھی ثابت نہیں ہے پس اس اثر کو شاذ مقبول کہنا اصول حدیث و فن اسماء الرجال میں کم علمی و ناواقفیت کی دلیل ہے پھر شریک بن عبداللہ اور امام شعبہ ؒ ما کا بھی مسئلہ موجود ہے کیونکہ امام شعبہ ؒ ثقہ حافظ متقن

ہیں جبکہ شریک بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ صدوق اور بہت زیادہ خطائیں کرنے والے ہیں۔

☆ ساجد خان لکھتے ہیں کہ: ''پھر جن علماء نے اس روایت کی تصحیح کی ہے کیا اہل بدعت ان سے زیادہ علم اصول کے سمجھنے والے ہیں کہ وہ اس پر صحیح کا حکم لگا رہے ہیں اور اہل بدعت اسے شاذ کہہ کر رد کر رہے ہیں (صفحہ ۲۴۔۲۵)

☆☆ قارئین کرام! ''چور مچائے شور'' کا انداز خوب رٹا دیا گیا ہے دیوبندیت کو کیونکہ ''خاتم النبیین کا معنی موصوف بوصف اولا وبالذات لینا، تفسیر کے اصول وقواعد میں سے کس قاعدہ کے تحت: تفسیر القرآن بالقرآن، تفسیر القرآن بالحدیث، اقوال صحابہ، اقوال تابعین یا ازروئے لغت اور قواعد عربیت ہے؟۔ جب کسی نے تیرہ سو سال کے عرصہ میں یہ معنی بیان نہیں کیا تو تمام سے ہٹ کر ایک نیا اختراعی معنی بیان کرنے والا اور بقلم خود لکھنے والا کہ:

''مگر میں جانتا ہوں کہ اہل اسلام میں سے کسی کو یہ بات گوارہ نہ ہوگی کہ اسمیں ایک تو خدا کی جانب نعوذ باللہ زیادہ گوئی کا وہم ہے'' (تحذیر الناس ص ۵) وہ اور اس کے ہمنوا بدعتی ہوں گے یا جنھوں نے اس کے مقابل اجماع اُمت کو قبول کیا اور آیات قرآنی اور متواتر المعنی احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قبول کرتے ہوئے اس مردود اثر کو رد کیا وہ بدعتی ہوں گے؟۔ اس بارے میں راقم کے مقالات کی دوسری جلد قابل مطالعہ ہے اللہ عزوجل اس کی اشاعت کے لئے آسانیاں پیدا فرمائے، آمین۔

ساجد خان کے ایک بزرگ منیر احمد منور دیوبندی استاذ الحدیث جامعہ باب العلوم کہروڑ پکا نے لکھا ہے کہ: ''یعنی جو حدیث معمول بہ ہے، وہ صحیح ہے جو حدیث متروک وغیر معمول بہ ہے وہ ضعیف ہے''۔ (بارہ مسائل صفحہ ۱۳۔۱۴، ناشر اتحاد اہل سنت والجماعت)

پس یہ اثر تیرہ سو سال میں کس نے قبول کرتے ہوئے اس سے وہ کچھ اخذ کیا جو نانوتوی کی سمجھ میں آیا اس سے پہلے کسی کی سمجھ میں نہ آسکا؟ پس ساجد خان کے اس بزرگ کے بقول بھی اس کی سند جتنی بھی صحیح ہوتی یہ قابل قبول نہیں تھا کیونکہ تیرہ سو سال تک تو یہ اثر اس معنی میں کسی نے قبول نہ کیا البتہ اُمت میں ایک بدعت شنیعہ کے ارتکاب اور انتشار وافتراق کی خاطر دیوبندیوں کے نانوتوی صاحب نے اس اثر کی بنیاد پر بقول انور شاہ کشمیری اپنے آپ کو بھی بے فائدہ تحقیق میں مصروف کر کے نہ صرف اپنا وقت ضائع کیا بلکہ کذاب قادیانی کو بھی ایک دلیل فراہم کر دی۔

ساجد خان کے ایک اور بزرگ مناظرِ اسلام وکیلِ احناف منظور احمد مینگل استاد الحدیث جامعہ فاروقیہ کراچی کے افادات میں عدم استدلال عدم صحت پر دال ہے کے تحت لکھا ہے: امعان النظر میں قاعدہ ذکر کیا ہے کہ ''کوئی حدیث صحیح ہو باوجود صحیح ہونے کے اس سے کسی نے استدلال نہ کیا ہو تو یہ اس حدیث کے صحیح نہ ہونے کی دلیل ہے۔'' (**تحفة المناظر صفحه ۷۸، ناشر مکتبة السعید کراچی**)

اُمید ہے ساجد خان کو اپنے بڑوں کی بات سمجھ آ گئی ہوگی۔

(1) اس اثر کو شاذ کہنے والے تو آئمہ احادیث بھی ہیں جن میں سرفہرست امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ جنھوں نے لفظ ''شاذ'' استعمال کرتے ہوئے اس کے شاذ ہونے کو بیان کیا ہے۔

(2) امام اہل سنت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اس کو عطاء بن سائب کے اختلاط کا سبب کہہ رہے ہیں اور اس کا انکار فرما رہے ہیں اور خاص طور پر اس زیادت کو رد کر رہے ہے جو اس اثر میں نانوتوی اور ساجد خان کی مقصودہ ہے۔

(3) حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ فرما رہے ہیں کہ اصلاً ہمارا اس پر کوئی اعتقاد نہیں ہے یہ صرف سننے اور سن پر چپ رہنے کے قابل ہے چہ جائیکہ اس کو لے کر ایک نئی اختراع پیش کر دی جائے۔

(4) حافظ احمد بن اسماعیل کورانی حنفی رحمۃ اللہ علیہ اس کو اجماع مسلمین اور قرآنی آیات کے خلاف قرار دے رہے ہیں۔

(5) ملاعلی قاری حنفی اس کو موضوعات میں ذکر کر رہے ہیں۔

(6) علامہ سیوطی وہیتمی اس کے بارے میں فرما رہے ہیں کہ جب اس کا ضعف ظاہر ہو گیا۔

(7) علامہ سخاوی بھی اس کی صحت کے قائل نہیں لگتے۔

(8) حافظ ابن کثیر اس اثر کو اسرائیلی روایات سے اخذ کیا گیا کہتے ہیں۔

(9) انور شاہ کشمیری دیوبندی اس کو شاذ قرار دیتے ہیں۔

(10) دار العلوم دیوبند کے فارغ التحصیل مفتی رشید احمد لدھیانوی نے بھی اس کا شاذ اور اسرائیلیات سے ہونا نقل کیا ہے۔

(11) شیخ محمد عمر وحاجی اس کو ضعیف کہتے ہیں۔

(12) شیخ حمود بن عبداللہ تویجری سخت منکر اور اس بارے میں کچھ ثابت نہیں سمجھتے۔

(13) شیخ عبدالرحمن بن یحییٰ معلمی کہتے ہیں اس کی سند صحیح نہیں ہے۔

(14) محمد رفیق الحسینی نے اس کی تضعیف کی ہے۔

مگر ساجد خان جیسے دیدہ کور کو کچھ نظر نہیں آرہا کیونکہ تعصب کی عینک جب تک چڑھی ہو انصاف وعدل سے کیا نظر آئے گا؟۔

ساجد خان نے اس کے بعد شاذ مقبول ومردود کے متعلق چند علماء وآئمہ سے کچھ عبارات ذکر کی ہیں مگر وہ ہمارے لئے مضر نہیں ہیں۔

☆ ساجد خان صفحہ ۲۷ پر: ''سند کے صحیح ہونے سے متن کا صحیح ہونا لازم نہیں'' کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ: ''پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ اعتراض تو ہر حدیث پر ہوسکتا ہے چنانچہ جس نے کسی حدیث کا انکار کرنا ہو کہہ دے کہ سند تو ٹھیک ہے مگر سند درست ہونے سے متن درست ہونا لازم نہیں آتا۔ پھر یہ اعتراض بھی قلت فہم کی وجہ سے ہے اس لئے کہ محدثین میں سے جب کوئی کسی روایت کو نقل کرے اور اس کے متعلق ''صحیح الاسناد'' کہے تو یہ اس کے متناً وسنداً صحیح ہونے کی دلیل ہے''۔

☆☆ پاگلوں کے سر کیا سینگ ہوتے ہیں؟ وہ ایسی باتوں سے ہی پہچانے جاتے ہیں جن کی معرفت رکھنے والوں کو آئمہ ومحدثین اصحاب فہم وفراست کہیں ان کو قلت فہم کا طعن صرف ساجد خان جیسے ہی دیں گے ویسے بھی عمومی دیکھا گیا ہے کہ پاگل اپنے آپ کو پاگل نہیں سمجھتا بلکہ دوسروں کو ہی پاگل خیال کرتا ہے ساجد خان کی اپنی علمی لیاقت وصلاحیت کا عالم یہ ہے کہ ایک صدوق مگر کثیر الخطاء جبکہ دوسرا ثقہ حافظ متقن ہے ان میں اوثق کی پہچان نصیب نہیں اور اعتراض جمانے بیٹھا ہے ان پر جو ادق واشرف علم کی پہچان رکھنے والے ہیں

حافظ ابن الصلاح رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ: **''اعلم ان معرفة علل الحديث من اجل علوم الحديث وادقها واشرفها وانما يطلع بذلک أهل الحفظ والخبرة والفهم الثاقب۔۔۔''۔**

(مقدمۃ ابن الصلاح، ص ۴۲ المطبعۃ القیمۃ، بمبئ)

یعنی واضح رہے کہ علل الحدیث کی پہچان علوم الحدیث میں ادق اور اشرف علم ہے اور اس کی معرفت صرف ان لوگوں کو حاصل ہوتی ہے جو اصحاب حفظ وبصیرت اور جن کا فہم تیز ہو۔

ساجد خان کے ایک بزرگ منیر احمد منور دیوبندی استاذ الحدیث جامعہ باب العلوم کہروڑ پکا نے لکھا ہے کہ: ''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث سنداً بالکل صحیح بلکہ اصح الاسانید ہے، لیکن ترک رفع یدین کی احادیث صحیحہ اس کے معارض ہیں اس معارضہ والی علت کی بناء پر احادیث رفع یدین معلول ضعیف ہیں''۔ (بارہ مسائل، صفحہ ۱۴، ناشر اتحاد اہل سنت والجماعت)

پھر یہی دیوبندی استاذ الحدیث لکھتے ہیں کہ: ''خود محدثین کو اعتراف ہے کہ جس حدیث کو محدثین نے صحیح قرار دیا ہے ضروری نہیں کہ وہ نفس الامر میں بھی صحیح ہو اور جس حدیث کو انہوں نے غیر صحیح قرار دیا ہے ضروری نہیں کہ وہ نفس الامر میں اسی طرح ہو کیونکہ بعض دفعہ وہ حدیث نفس الامر میں صحیح اور سچی ہوتی ہے۔ چنانچہ علامہ ابن الصلاح لکھتے ہیں ''**ومتى قالوا هذا حديث صحيح فمعناه انه اتصل سنده مع سائر الاوصاف المذكورة وليس من شرطه ان يكون مقطوعا به فى نفس الامر اذ منه ما ينفرد بروايته عدل واحد وليس من الاخبار التى اجمعت الامة على تلقيها بالقبول**''۔

(مقدمۃ ابن الصلاح ص ۸)

اور جب محدثین یہ کہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے تو اس کا معنی یہ ہے کہ مذکورہ تمام اوصاف کے ساتھ اس کی سند متصل ہے اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ نفس الامر میں بھی اس کا صحیح ہونا یقینی ہے اس لیے کہ بعض صحیح حدیثیں ایسی ہوتی ہیں کہ اس کی روایت میں ایک عادل آدمی منفرد ہوتا ہے اور وہ ان احادیث میں سے نہیں ہوتی جس کی تلقی بالقبول پر امت کا اجماع ہو۔ (بارہ مسائل، ص ۱۷، ناشر اتحاد اہل سنت والجماعت)

ساجد خان کے ایک اور بزرگ جس کو وہ مناظرِ اسلام وکیلِ احناف خیال کرتے ہیں وہ منظور احمد مینگل استاد الحدیث جامعہ فاروقیہ کراچی نے مناظرہ سکھانے کے لیے جو درس دیئے ہیں اس کے مجموعہ میں لکھا ہے کہ:

''بعض صورتوں میں سند اور متن دونوں درست ہیں لیکن پھر بھی وہ بات محلِ اشکال ہے لہذا صرف سند کو مدار بنانا درست نہیں، محدثین عظام کے کئی واقعات ہیں جن میں انہوں نے اپنے خداداد علم وملکہ کی بنا پر حدیث کو رد کیا حالانکہ سند اور متن دونوں درست تھے، بلکہ مدار **تصل ما ثبت بنقل عدل تام الضبط متصل السند غير معلل ولا شاذ** پر ہے۔ بادی النظر میں کوئی سند صحیح ہو تو اس پر مدار نہیں''۔

(تحفۃ المناظر صفحہ ۸۷)

اس کے بعد مینگل نے کچھ روایات بیان کی ہیں جن کی اسناد صحیح ہونے کے باوجود انہیں رد کر دیا گیا ہے۔

امین صفدر اوکاڑوی صاحب کے علوم کی روشنی میں لکھی گئی ایک کتاب میں ہے: ''یہ کیسے ممکن نہیں ہے کہ صحیح سند کو ایسے قرینہ کی وجہ سے جو اس کے فی نفس الامر ضعیف ہونے پر دلالت کرتا ہے اس کو ضعیف قرار دیا جائے''۔(انوارات صفدر جلد ۱ صفحہ ۲۳۶)

اب تو ساجد خان کو سمجھ آ گئی ہوگی کہ میں نے اپنے بزرگوں کے سبق کو یاد نہ کر کے اور تحریفات کر کے بھی اپنے مقصد کو حاصل نہیں کیا بلکہ اُلٹا اپنے بزرگوں کی مخالفت میں نئے قانون وضع کر دیے ہیں یہ اثر بجائے اس کے کہ اس کو تلقی بالقبول حاصل ہوتا بقول امام کورانی ؒ قرآنی آیات اور اجماع مسلمین کے خلاف ہے، لہذا ساجد خان کا اور اس کے ہمنواؤں کا اس اثر کی صحت کو ثابت کرنا اور اس سے ایک اجماعی مسئلہ میں رخنہ اندازی کرنے کی کوشش کرنا ایک بہت ہی نازیبا حرکت ہونے کے ساتھ ساتھ اپنوں کے ہی بیان کردہ اصول وقواعد کی مخالفت ہے۔

ساجد خان کے ایک بزرگوار شیخ الحدیث سرفراز خان صفدر دیوبندی نے لکھا ہے کہ:

''بہرحال اگر نافع ؒ بن محمود ؒ کو بعض محدثین ؒ نے ثقہ بھی کہا ہو تب بھی اس کی حدیث معلل ہوسکتی ہے چنانچہ امام حاکم ؒ سیوطی ؒ اور علامہ جزائری ؒ اس کی تصریح کرتے ہیں کہ بسا اوقات ثقہ راوی کی حدیث بھی معلل ہوسکتی ہے (معرفت علوم الحدیث ص ۵۹ تدریب الراوی ص ۴۸، توجیہ النظر ص ۱۳۷) اور نواب صدیق حسن خان صاحب ؒ لکھتے ہیں کہ صحت سند صحت متن کو مستلزم نہیں ہے اور یہ محدثین ؒ کے نزدیک معروف ومشہور ہے۔(دلیل الطالب ص ۶۱۸) مبارکپوری صاحب ؒ لکھتے ہیں صحت اسناد صحت متن کو مستلزم نہیں ہے (ابکار المنن ص ۲۰۲ وتحفۃ الاحوذی جلد ۱ ص ۲۲۰) اور حافظ عبداللہ صاحب روپڑی ؒ لکھتے ہیں کیونکہ یہ بات ظاہر ہے کہ اسناد کے حسن ہونے سے حدیث اس وقت حسن ہوسکتی ہے جب حدیث میں کوئی اور عیب نہ ہو اور یہاں عیب موجود ہے چنانچہ صاحب ابن حجر ؒ نے اس کو معلول کہا ہے (ضمیمہ تنظیم اہلحدیث روپڑ ص ۱۶) اور مؤلف خیر الکلام لکھتے ہیں کہ پس اگر ایک متن شاذ ہو یا اس میں کوئی علت ہو یا ارسال وانقطاع کی صورت ہو تو یہ احادیث اگرچہ اول درجہ کے ثقہ راویوں سے ہوں پھر بھی ضعیف ہونگی

(ص ۱۸۴)

(احسن الکلام فی ترک القراءۃ خلف الامام جلد ۲ صفحہ ۱۰۷ وفی نسخۃ: ۱۳۱ ۵، مکتبہ صفدریہ نزد مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرنوالہ)

کیا ساجد خان اپنے ان بزرگوں کو قلیل الفہم سمجھتے ہیں؟

☆ ساجد خان لکھتے ہیں کہ: ''اور ائمہ نے اس اثر ابن عباس کو روایت کرتے ہوئے اس پر صحیح کا حکم لگایا اور کوئی علۃ قادحہ بیان نہیں کی امام بیہقی ؒ نے اگرچہ شاذ کہا مگر وہ اثر کی صحت کے لئے قادح نہیں''۔(صفحہ ۲۷)

☆☆ امام بیہقی ؒ کی بیان کردہ علت تو ساجد خان کی نظر میں ہے مگر اس کے فہم کے مطابق وہ علت صحت کے لئے قادح نہیں ہے مگر اس کے بزرگ کے بقول امام بیہقی ؒ اس اثر کے راوی شریک کے متعلق لکھ رہے ہیں کہ ''اکثر محدثین ؒ اس سے احتجاج نہیں کرتے'' اور علامہ جزائری ؒ لکھتے ہیں کہ ''ان کی حدیث مردود اور غیر مقبول ہے''، پس جس راوی کی روایت کو ان کے بزرگ نے بقول علامہ جزائری مردود وغیر مقبول لکھا ہے اس راوی کے ایسے اثر جس کو بیان کرنے والے امام بیہقی ؒ بھی شاذ کہتے ہیں ساجد خان کو اس اثر پر کی گئی امام بیہقی ؒ کی جرح شاذ بھی صحت کے لئے مضر نظر نہیں آرہی مگر صد حیف ہے اس کی اس جرات رندانہ پر کہ جس نے اس کو انتہائی تعصب وعناد میں مگن اور اس کی آنکھوں کو بند کر دیا، لہٰذا

آنکھیں ہیں اگر بند تو پھر دن بھی رات ہے
اس میں قصور کیا ہے بھلا آفتاب کا

امام حاکم ؒ بقول ساجد خان کے بزرگوار بھی متساہل ہیں اور حافظ ذہبی ؒ نے گو وہاں تصحیح حاکم ؒ سے موافقت کی ہے مگر دوسری جگہ اس کے بارے میں یہ بھی فرما یا دیا ہے کہ اصلاً ہمارا اس اثر پر کوئی اعتقاد نہیں ہے اور امام حاکم ، بیہقی اور ذہبی ؒم ساجد خان کے بزرگ شیخ الحدیث کے بقول متاخرین میں سے ہیں جبکہ امام احمد بن حنبل ؒ متقدمین میں شمار ہوتے ہیں جیسا کہ سرفراز خان نے لکھا ہے کہ:

''حضرات محدثین کرام ؒ کے نزدیک متقدمین اور متاخرین کے درمیان حد فاصل ۳۰۰ھ ہے، لسان المیزان ج ۱ ص ۸، وج ۵ ص ۳۹۲) اور حضرات فقہاء عظام ؒ کے نزدیک امام شمس الائمۃ

الحلوانی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۴۵۶ھ ہیں''۔ (ارشاد الشیعہ ص ۱۹، ادارہ نشر واشاعت مدرسہ نصرۃ العلوم، گوجرانوالہ طبع اول ۱۹۸۸ء)

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ جو کہ متقدمین میں سے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ: ''اس کی حدیث (اثر) میں ایسی کوئی چیز نہیں ہے عطا بن سائب اختلاط کا شکار ہوگئے، اس میں آدم، آدم کی طرح کی کوئی چیز نہیں ہے اور نہ ہی نبی تمہارے نبی ﷺ کی طرح کا کچھ''۔

جبکہ ساجد خان کے بزرگوار منیر احمد منور نے لکھا ہے کہ:

''اسی طرح ماہرین حدیث کی بھی دو قسمیں ہیں: محدثین اور مجتہدین۔ محدثین کی مہارت اور ان کی تحقیق کا دائرہ حدیث کی اسناد اور الفاظ تک محدود ہے یعنی وہ رواۃ حدیث کے تاریخی حالات کی روشنی میں اپنے اجتہاد سے سند کا درجہ متعین کرتے ہیں کہ یہ سند موضوع ہے یا غیر موضوع؟ صحیح ہے یا غیر صحیح؟ پھر غیر صحیح ہو کر حسن ہے یا ضعیف؟ صحت کس درجہ کی ہے اور ضعف کس درجہ کا۔ اسی طرح بعض دفعہ محدث مختلف سندوں کے ساتھ روایت کردہ حدیث میں الفاظ حدیث کے اختلاف وفرق کو بھی بیان کرتا ہے کہ فلاں راوی کی حدیث میں یہ لفظ ہے اور فلاں راوی کی حدیث میں یہ لفظ ہے۔ جبکہ مجتہدین کی تحقیق کا دائرہ وسیع تر ہے وہ پانچ امور میں تحقیق کرتے ہیں:

(۶): ثبوت وعدم ثبوت (یعنی بنیادی طور پر یہ حدیث ثابت ہے یا نہیں؟)

(۷): احادیث کے معنی کی تشریح وتوضیح۔

(۸) حدیث معمول بہ ہے یا غیر معمول بہ؟ درجہ عمل میں متروک ہے یا غیر متروک؟۔۔۔۔

(بارہ مسائل ص ۱۴، ناشر اتحاد اہل سنت والجماعت)

ساجد خان نے اگر مفتی شفیع اور سرفراز گکھڑوی کی تصدیق شدہ کتاب ''امام اعظم اور علم الحدیث'' ہی پڑھی ہوتی تو اسے پتہ چل جاتا کہ خبرِ واحد اگرچہ صحیح سند سے ثابت ہو پھر بھی اس کی قبولیت کے لیے کچھ شرائط مقرر کی گئی ہیں جیسے

1 روایت دین کے مسلمہ اصولوں کے خلاف نہ ہو۔ (اثر ابن عباس مسلمہ اصولوں کے کتنا مطابق ہے یہ آپ ملاحظہ فرما چکے مزید آخر میں رشید ثانی دیوبندی کے فتوے سے بھی واضح ہوجائے گا)

2 معانی قرآن سے متصادم نہ ہو۔ 3 سنّتِ مشہورہ کے خلاف نہ ہو۔

4 صحابہ وتابعین کے عملِ متوارث کے خلاف نہ ہو۔۔۔۔

(امام اعظم اور علم الحدیث ص ۶۶۵، مکتبۃ الحسن، اردو بازار، لاہور)

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ متقدمین میں سے ہیں وہ اس اثر میں موجود ساجد خان ونانوتوی کے متدل الفاظ کا انکار کر رہے ہیں کہ اس اثر میں یہ الفاظ ہیں ہی نہیں بلکہ عطاء بن سائب کے اختلاط کا کرشمہ ہیں بلکہ یہ الفاظ ثابت ہی نہیں امام احمد بن حنبل صرف محدث نہیں بلکہ فقیہ ومجتہد بھی ہیں۔

جن کے متعلق امام ابوعبید قاسم بن سلام رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: ''انتهى العلم الى أربعة؛ أحمد بن حنبل، وعلى بن المدينى، ويحيى بن معين، وأبى بكر بن أبى شيبة، وكان أحمد بن حنبل أفقههم فيه.

(مناقب الامام أحمد بن حنبل لابن الجوزی ص ۱۵۰، ھجر للطباعۃ والنشر والتوزیع)

علل الحدیث کی معرفت میں آپ کا مقام بھی کسی اہل علم سے مخفی نہیں ہوگا۔

☆ ساجد خان حافظ ابن کثیر کے قول کہ یہ اسرائیلیات سے لی گئی ہے کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ: ''اللہ پاک ان پر اپنی رحمت کرے ان کا یہ قول بلا دلیل ہے۔ اصول یہ ہے کہ جب صحابی کا قول قیاس کے موافق نہ ہو تو وہ نبی اکرم ﷺ کی حدیث پر محمول کیا جائے گا''۔ (صفحہ ۲۸)

حالانکہ اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان نہ ہونے کی علما نے تصریح فرمائی ہے اس کے باوجود ساجد خان کی ڈھٹائی تو سب پر سبقت لے گئی چنانچہ احمد بن عبدالکریم العامری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۴۳ھ) نے اس کو ''الجد الحثيث فى بيان ماليس بحديث برقم (۲۴)، دار الراية الرياض'' میں ذکر کیا اور کہا کہ: ''هو من كلام ابن عباس''۔

ساجد خان کیا اس اُصول کا دیوبند کے تعلیم یافتہ رشید ثانی مفتی اعظم مفتی رشید احمد کو بھی پتہ نہیں تھا کہ اس نے بھی اس کے خلاف لکھا کہ:

''یہ مضمون حضور ﷺ سے ثابت نہیں بلکہ حضرت ابن عباس کا قول ہے۔ بعض حضرات نے اسے موقوف علی السماع ہونے کی وجہ سے بحکمِ مرفوع قرار دیا ہے مگر اس کا اس لیے یقین نہیں کیا جاسکتا کہ اسرائیلیات سے لینے کا احتمال ہے کما قال الحافظ عماد الدین ابن کثیر۔ (احسن الفتاوی، ص ۵۰۷ ج ۱)

ساجد خان اگر اپنے رشیدِ ثانی مفتی رشید احمد لدھیانوی کا ہی فتوی پڑھ لیتا تو شاید اس اثر کے بارے میں طبع آزمائی کرنے کی ہمت نہ کرتا قارئین کرام اس فتوے سے آپ کو اندازہ ہوگا کہ

ساجد خان نے جس اثر کو صحیح ثابت کرنے کی ناکام کشش کی ہے اس کے متعلق اس کے بڑے کیا کہتے ہیں چنانچہ احسن الفتاوی سے جواب ملاحظہ فرمائیے:

قال الحافظ رحمه الله تعالى عن بن عباس فى هذه الآية ومن الأرض مثلهن قال فى كل أرض مثل إبراهيم ونحو ما على الأرض من الخلق هكذا أخرجه مختصرا وإسناده صحيح وأخرجه الحاكم والبيهقى من طريق عطاء بن السائب عن أبى الضحى مطولا وأوله أى سبع أرضين فى كل أرض آدم كآدمكم ونوح كنوحكم وإبراهيم كإبراهيمكم وعيسى كعيسى ونبى كنبيكم قال البيهقى إسناده صحيح إلا أنه شاذ بمرة. (فتح الباری ص۲۰۹ ج۶)

وقال الحافظ ابن كثير رحمه الله تعالى وهكذا ما يذكره كثير من أهل الكتاب وتلقاه عنهم طائفة من علمائنا من أن هذه الارض من تراب والتى تحتها من حديد والاخرى من حجارة من كبريت والاخرى من كذا فكل هذا إذا لم يخبر به ويصح سنده إلى معصوم فهو مردود على قائلهوهكذا الاثر المروى عن ابن عباس أنه قال: فى كل أرض من الخلق مثل ما فى هذه حتى آدم كآدمكم وإبراهيم كإبراهيمكم فهذا ذكره ابن جرير مختصرا واستقصاه البيهقى فى الاسماء والصفات وهو محمول إن صح نقله عنه على أنه أخذه ابن عباس رضى الله عنه عن الاسرائيليات (البداية والنهاية ص۲۱ ج۱)

و قال العلامة الالوسى رحمه الله تعالى والمثلية تصدق بالاشتراك فى بعض الأوصاف فقال الجمهور: هى ههنا فى كونها سبعاً وكونها طباقاً بعضها فوق بعض بين كل أرض وأرض مسافة كما بين السماء والأرض وفى كل أرض سكان من خلق الله عز وجل لا يعلم حقيقتهم إلا الله تعالى، وعن ابن عباس أنهم إما ملائكة أو جن، وأخرج ابن جرير. وابن أبى حاتم. والحاكم وصححه والبيهقى فى شعب الايمان وفى الأسماء والصفات من طريق أبى الضحى عنه أنه قال فى الآية: سبع أرضين فى كل أرض نبى كنبيكم وآدم كآدم ونوح كنوح

وإبراهيم كإبراهيم وعيسى كعيسى، قال الذهبى: إسناده صحيح ولكنه شاذ بمرة لا أعلم لأبى الضحى عليه متابعاً. وذكر أبو حيان فى البحر نحوه عن الحبر وقال: هذا حديث لا شك فى وضعه وهو من رواية الواقدى الكذاب. وأقول لا مانع عقلاً ولا شرعاً من صحته، والمراد أن فى كل أرض خلقاً يرجعون إلى أصل واحد رجوع بنى آدم فى أرضنا إلى آدم عليه السلام، وفيه أفراد ممتازون على سائرهم كنوح وإبراهيم وغيرهما فينا

وأخرج ابن أبى حاتم. والحاكم وصححه عن ابن عمر مرفوعاً أن بين كل أرض والتى تليها خمسمائة عام والعليا منها على ظهر حوت قد التقى طرفاه فى السماء والحوت على صخرة والصخرة بيد ملك والثانية مسجن الريح والثالثة فيها حجارة جهنم والرابعة فيها كبريتها والخامسة فيها حياتها والسادسة فيها عقاربها والسابعة فيها سقر وفيها إبليس مصفد بالحديد يد أمامه ويد خلفه يطلقه الله تعالى لمن يشاء وهو حديث منكر كما قال الذهبى لا يعول عليه أصلاً فلا تغتر بتصحيح الحاكم، ومثله فى ذلك أخبار كثيرة فى هذا الباب لولا خوف الملل لذكرناها لكن كون ما بين كل أرضين خمسمائة سنة كما بين كل سماء ين جاء فى أخبار معتبرة كما روى الإمام أحمد والترمذى عن أبى هريرة.....الخ

(روح المعانی ص۱۲۵ ج۲۸)

ان عبارات سے مندرجہ ذیل اُمور ثابت ہوئے۔

ا۔ یہ مضمون حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں بلکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول ہے۔

بعض حضرات نے اسے موقوف علی السماع ہونے کی وجہ سے بحکمِ مرفوع قرار دیا ہے مگر اس کا اس لیے یقین نہیں کیا جا سکتا کہ اسرائیلیات سے لینے کا احتمال ہے کما قال الحافظ عماد الدین ابن کثیر رحمہ اللہ تعالی

۲۔ اس کی ابن عباس رضی اللہ عنہ کی طرف نسبت کی صحت میں اختلاف ہے صحت راجح معلوم ہوتی ہے اسلئے کہ حاکم کی تصحیح اگرچہ قابلِ اطمینان نہیں مگر ذہبی کی تصحیح بلاشبہ معتبر ہے اس کی وجہ بندہ کی کتاب ارشاد

القاری الی صحیح البخاری میں ملاحظہ فرمائیں۔

۳۔اس کی روایت میں ابوالضحیٰ متفرد ہیں۔ بظاہر یہ امر روایت کی صحت کو مخدوش کررہا ہے کہ ایسے اعجب العجائب مضمون کو سوائے ایک شخص کے اور کوئی روایت نہیں کرتا مگر اس کا جواب یہ ہوسکتا ہے کہ حضرت ابن عباس ؓ بخوف فتنہ اسے چھپاتے تھے چنانچہ درمنثور میں حضرت ابن عباس ؓ سے منقول ہے۔

لو حدثتکم بتفسیرھا لکفرتم وکفرکم بتکذیبکم بھا

خلاصہ یہ ابن عباس ؓ کی طرف نسبت کی صحت راجح ہے مگر بحکم مرفوع ہونے میں کلام ہے۔

مطلب

بعض اکابر نے لکھا ہے کہ بقیہ اراضی میں مخلوق کا ہونا ثابت ہے اور لکل قوم ہاد سے ثابت ہوتا ہے کہ ان کی طرف انبیاء علیہم السلام بھی مبعوث ہوئے ہیں۔ نیز یتنزل الامر بینھن سے بھی ثابت ہوا کہ سب زمینوں میں وحی نازل ہوتی ہے، اس لیے اثر ابن عباس حقیقت پر مبنی ہے یعنی دوسری زمینوں میں بھی انبیاء علیہم السلام کی بعثت ہوئی ہے۔ آگے دو احتمال ہیں ایک یہ کہ ان کے نام آدم، ابراہیم الخ بطور تشبیہ ہوں۔ دوسرا یہ کہ واقعۃً ان کے بھی یہی نام ہوں نبی کنبیکم سے احتمال اول کو ترجیح معلوم ہوتی ہے۔ مگر دوسرے محققین نے اس سے اتفاق نہیں کیا اسلئے کہ بقیہ زمینوں میں مخلوق کا ہونا کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں۔ اور اگر مخلوق کا وجود تسلیم کرلیا جائے تو وہ بقول ابن عباس ملائکہ یا جنات ہیں اور نبی کا انسان ہونا لازم ہے اور انسان کا صرف جنات کی طرف مبعوث ہونا اور دوسرے انسانوں سے الگ صرف جنات ہی کی بستی میں رہنا بعید ہے اس کے برعکس دوسری زمینوں کے جنات کی ہدایت کا اس زمین کے انبیاء علیہم السلام سے متعلق ہونا اور ان کا یہاں آکر ہدایت پانا کچھ بعید نہیں اور ''**یتنزل الامر بینھن**'' میں امر سے امرِ تکوینی مراد لیا جاسکتا ہے۔ باقی رہا یہ اثر ابن عباس ؓ سو اولاً تو شبہ اسرائیلیات کی وجہ سے اس کا محمل تلاش کرنے میں کاوش کی چنداں حاجت نہیں بالخصوص جبکہ خود صاحب اثر بھی اسے چھپاتے تھے **کما مر من الدر المنثور**

ثانیاً اس کا محمل یہ ہوسکتا ہے کہ جیسے ہماری زمین میں مبدء اور ممتاز حضرات ہیں اور اسی طرح دوسرے طبقات میں بھی مبدء وممتاز حضرات ہیں، **کما مر من الروح اور نبی کنبیکم** میں نبی بمعنی لغوی ہوسکتا ہے۔ غرضیکہ

اولاً تو یہ حدیث نہیں بلکہ اثر ابن عباس ؓ ہے۔

پھر اس کا ثبوت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہ سے مختلف فیہ ہے،

پھر اسرائیلیات میں سے ہونے کا شبہ ہے،

پھر صحیح بھی تسلیم کرلیا جائے تو اس کا محمل واضح ہے مگر ہوسِ نبوت کی ستم ظریفی دیکھئے کہ ایسی کمزور بنیاد پر کتنی بڑی عمارت کھڑی کررہے ہیں کہ جب زمین کے دوسرے طبقات میں بھی انبیاء ہیں تو حضور اکرم خاتم النبیین نہ ہوئے ان کی مثال بس وہی ہے۔ **من اسس بنیانہ علی شفا جرف ھار فانھار بہ فینار جھنم**، نص قرآنی اور قطعی واجماعی عقیدے کے ناقابل تسخیر قلعہ کو مچھر کے پر سے اڑانا چاہتے ہیں اللھم خذھم اخذ عزیز مقتدر۔ اگر دوسرے طبقات میں انبیاء کا وجود تسلیم بھی کرلیا جائے تو اس سے یہ کیسے ثابت ہوا کہ وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہوئے ہیں یا ان میں سے کوئی آپ کا ہم مرتبہ ہے تشبیہ کے لیے مساوات ضروری نہیں آپ کی نبوت کا عموم اور ختم نبوت نصوص قطعیہ سے ثابت ہونے کی وجہ سے لازماً یہی کہنا پڑے گا کہ دوسرے طبقات میں اگر انبیا گزرے ہیں تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل گزرے ہیں۔ آپ کی نبوت جمیع طبقات کے لیے عام ہے اس پر یہ اشکال نہیں ہوسکتا کہ آپ سے دوسرے طبقات کے استفادہ کی کیا صورت ہے؟ اسلئے کہ وہاں بستے ہی جنات ہیں اور انہیں استفادہ کے لیے ہماری زمین پر آنے میں دقت نہیں نیز یہ بھی ممکن ہے کہ وہاں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صورتِ مثالیہ کام کررہی ہو، بلکہ یہ احتمال سب انبیاء علیہ السلام میں ہے اس طرح تشبیہ اشتراک فی الاسم کو بھی شامل ہوگی یہ علی سبیل التسلیم تحریر کردیا ہے ورنہ حقیقت وہی ہے جو ہم اوپر لکھ چکے ہیں کہ دوسرے طبقات میں حضرات انبیاء علیہم السلام کا وجود ثابت نہیں۔ (احسن الفتاوی، ج۱، ص۵۰۶ تا۵۰۹)

اہل الرائے (علمائے فقہ) اور اہل الحدیث (علمائے حدیث) کا مقام و فرق

تحریر و تحقیق: ابو اسامہ ظفر القادری بکھروی

الحمد للہ ربّ العالمین، والصّلوٰۃ والسّلام علیٰ سیّد المرسلین: اما بعد!

بعض لوگ اہل الرائے اور اہل الحدیث کے بارے میں چند غلط فہمیاں پھیلاتے ہیں اور عوام کو اس کی خبر نہیں ہو پاتی جس کی وجہ سے وہ فقہاء سے متنفر نظر آتے ہیں دراصل یہ لوگ ایسے ہی متنفر نہیں ہوتے بلکہ لوگوں کو اہل الرائے سے متنفر کیا جاتا ہے اور یہ باور کرایا جاتا ہے کہ یہ دین میں اپنی رائے پر عمل کرتے ہیں اور قرآن و سنت کے مخالف چلتے ہیں اس لئے اہل الرائے اور اہل الحدیث کا فرق آپ کے سامنے پیش خدمت ہے۔

اسلام کے کامل ضابطہ حیات ہونے کی علمی راہ:

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے فقہ و اجتہاد کی راہ سے اسلامی تعلیمات کے دریا بہائے اور اجتہاد کے اسی چشمہ سے لاکھوں لوگوں کو سیراب کیا، ہر پیش آمدہ ضرورت پر ان کے اہل الرائے حضرات نے اپنی رائے پیش کی،

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [إِنِّي إِنَّمَا أَقْضِي بَيْنَكُمْ بِرَأْيِي فِيمَا لَمْ يُنْزَلْ عَلَيَّ فِيهِ.]

ترجمہ: جس امر کے بارے میں کوئی وحی نازل نہیں ہوتی ہے تو میں اپنی رائے سے تمہارے درمیان فیصلہ کیا کرتا ہوں (سنن ابو داؤد: 3/ 329 رقم 358)

رائے کے قابل شخص کو خود فیصلہ کرنے کا سلیقہ سکھانا:

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ روزہ کی حالت میں، میں خود پر قابو نہ پاسکا، اور اپنی بیوی کا بوسہ لے لیا، پھر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ مجھ سے ایک بڑی غلطی ہوگئی ہے اور اپنا واقعہ سنایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے دریافت فرمایا:

[أَرَأَيْتَ لَوْ تَمَضْمَضْتَ بِمَاءٍ وَأَنْتَ صَائِمٌ فَقُلْتُ: لاَ بَأْسَ بِذَالِكَ. فَقَالَ رَسُولُ

اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فَفِيمَ.]

ترجمہ: تمہاری کیا رائے ہے کہ اگر تم روزہ کی حالت میں پانی سے کلی کرو؟ تو میں نے عرض کیا کہ اس سے تو روزہ نہیں ٹوٹتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بوسہ سے بھی روزہ نہیں ٹوٹتا

(1) مسند احمد: 1/ 52 رقم الحدیث: 372 (2) مصنف ابن ابی شیبہ: 3/ 60 رقم الحدیث 9498

(3) مستدرک للحاکم: 1/ 431 رقم الحدیث 1572 (4) سنن الکبریٰ للنسائی: 2/ 198 رقم الحدیث 3048

امام زرقانی اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

[فکما ثبت أن أوائل الشرب لا یفسد الصیام فکذلك أوائل الجماع ففیه اعتبار القیاس]

گویا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پینے کی تمہید، منہ میں پانی ڈالنے کے عمل پر جماع کی تمہید بوسہ کو قیاس فرمایا۔ (شرح الزرقانی علی الموطا: 2/221)

دوسرے کے اجتہاد پر عمل کرنا:

کبھی ایسا بھی ہوتا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اجتہاد سے ایک حکم دیا، صحابہ نے اس پر عمل کیا، لیکن کسی صحابی نے اپنے اجتہاد سے کوئی دوسری رائے دی اور اس میں خیر کا پہلو نظر آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اجتہاد کو چھوڑ کر ان کے اجتہاد پر عمل فرماتے تھے، جیسا کہ غزوہ بدر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اجتہاد سے ایک جگہ کا انتخاب فرمایا اور اس جگہ پڑاؤ ڈالا، تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اسی مقام پر ٹھہر گئے؛ لیکن حباب بن منذر رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور باادب عرض کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کا قیام یہاں پر بذریعہ وحی ہوا ہے یا بطور اجتہاد؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اجتہاد سے میں نے اس جگہ کا انتخاب کیا ہے، یہ سن کر حضرت حباب بن منذر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ اس جگہ کے بجائے اگر فلاں مقام پر قیام کیا جائے تو زیادہ بہتر ہوگا، اس لئے کہ اس صورت میں پانی ہمارے قبضے میں رہے گا اور کفار مکہ کو پانی نہ مل سکے گا، ان کی رائے سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [لقد اشرت بالرأی] واقعی تمہاری رائے بہت اچھی ہے

(1) السیرۃ النبویہ لابن ہشام: 3/ 168 (2) الروض الانف: 3/ 62

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جگہ پر پڑاوَ ڈالا جس کے متعلق حضرت حباب بن منذر رضی اللہ عنہ نے رائے دی تھی اور اپنی رائے اور اجتھاد سے رجوع فرمالیا (حوالہ سابق) اور اس کی تائید بذریعہ وحی بھی ہوئی، چنانچہ ایک فرشتہ آیا اور اس نے عرض کیا کہ اے حضور صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے رب نے آپ کو سلام بھیجا ہے اور یہ پیغام بھیجا ہے: [ان الرای ما اشار بہ الحباب بن المنذر] حباب بن منذر کی رائے بڑی اچھی رائے ہے (تفسیر ابن کثیر: 4/ 4 2)

حیاتِ نبوی میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجتہاد:

مشہور حدیث ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے حضرت معاذ ابن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن کا معلم (تعلیم دینے والا) اور حاکم بنا کر بھیجا تا کہ وہ لوگوں کو دین کے مسائل بتائیں اور فیصلہ کریں:

[مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم لَمَّا أَرَادَ أَنْ يَبْعَثَ مُعَاذًا إِلَى الْيَمَنِ قَالَ كَيْفَ تَقْضِي إِذَا عَرَضَ لَكَ قَضَاءٌ، قَالَ أَقْضِي بِكِتَابِ اللَّهِ. قَالَ: فَإِنْ لَمْ تَجِدْ فِي كِتَابِ اللَّهِ. قَالَ فَبِسُنَّةِ رَسُولِ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم. قَالَ: فَإِنْ لَمْ تَجِدْ فِي سُنَّةِ رَسُولِ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم وَلاَ فِي كِتَابِ اللَّهِ. قَالَ أَجْتَهِدُ رَأْيِي وَلاَ آلُو. فَضَرَبَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم صَدْرَهُ وَقَالَ: الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي وَفَّقَ رَسُولَ رَسُولِ اللَّهِ لِمَا يُرْضِي رَسُولَ اللَّهِ]

ترجمہ: جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن کا حاکم بنا کر بھیجنے کا ارادہ کیا فرمایا تم کس طرح فیصلہ کرو گے جب تمہارے پاس کوئی مقدمہ پیش ہو جائے انہوں نے عرض کیا کہ اللہ کی کتاب سے فیصلہ کروں گا آپ نے فرمایا اگر تم اللہ کی کتاب میں وہ مسئلہ نہ پاؤ تو عرض کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کے مطابق فیصلہ کروں گا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اگر سنت رسول میں بھی نہ پاؤ تو اور کتاب اللہ میں بھی نہ پاؤ تو انہوں نے کہا کہ اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا اور اس میں کوئی کمی کوتاہی نہیں کروں گا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے سینہ کو تھپتھپایا اور فرمایا کہ اللہ ہی کیلئے تمام تعریفیں ہیں جس نے اللہ کے رسول کے رسول (معاذ) کو اس چیز کی توفیق دی جس سے رسول اللہ راضی ہیں۔

(سنن أبو داوَد: 3/ 330 رقم الحدیث: 3594)

حیاتِ نبوی کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجتہاد:

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو کوئی مسئلہ پیش آتا تو اہل الرائے اور اہل الفقہ کو مشورہ کے لیے بلاتے، مہاجرین وانصار میں سے اہلِ علم کو بلاتے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو بلاتے، یہی لوگ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں فتویٰ دیا کرتے تھے، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے وہ بھی انہی حضرات سے مشورہ لیا کرتے تھے اور فتویٰ کا مدار انہی حضرات پر تھا۔

(کنز العمال: 3/ 134)

اس روایت سے صاف ظاہر ہے کہ علماء حدیث سب صحابہ کرام تھے، مگر اہل الرائے اور اہل الفقہ صرف فقہاء صحابہ رضی اللہ عنہم ہی تھے، فقہ حدیث سے جدا کوئی چیز نہ تھی، یہ حدیث کی ہی تفسیر ہوتی تھی، اسے محض رائے سمجھ لینا بہت بڑی غلطی ہے، فقہ حدیث سے الگ کوئی چیز نہیں فقہ کے خلاف ذہن بنانا خود حدیث سے بدگمان کرنا ہے، لفظ رای یہ فقہی استنباط کا ہی دوسرا نام ہے، اجتہاد رائے سے ہی تو ہوتا ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے قاضی شریح کو لکھا تھا:

[فَاخْتَرْ أَيَّ الأَمْرَيْنِ شِئْتَ: إِنْ شِئْتَ أَنْ تَجْتَهِدَ رَأْيَكَ]

ترجمہ: ان دو کاموں میں سے جس کو چاہے اختیار کر لے چاہے تو اپنی رائے سے اجتہاد کر لینا۔

(سنن الدارمی: 1/ 71 رقم 167)

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے اس کے ساتھ دوسرے مجتہدین سے معلوم کر لینے کی بھی تعلیم دی ہے۔

[فَادْعُ أَهْلَ الرَّأْيِ ثُمَّ اجْتَهِدْ وَاخْتَرْ لِنَفْسِكَ وَلاَ حَرَجَ]

دوسرے اہل الرائے سے بھی پوچھ لینا پھر اجتہاد کرنا اور اپنا موقف اختیار کرنا اور اس میں کوئی حرج نہیں۔ (سنن کبری بیہقی: 10/ 115 رقم 20132)

صحابہ کرام میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ (مستدرک حاکم: 4/ 340) حضرت عمر رضی اللہ عنہ (میزان کبریٰ للشعرانی: 1/ 49) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ (شرح فقہ اکبر: 79) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ حضرت ابوالدردا رضی اللہ عنہ، حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ عباس رضی اللہ عنہ (سنن دارمی: 1/ 9 5،

مستدرک: 1/ 127، سنن بیہقی: 10/ 115) اور مغیرہ بن شعبہ ؓ (مستدرک حاکم: 3/ 447) سب اہل الرائے تھے۔

سیدنا حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ (۳۲ھ) نے ہدایت فرمائی۔

[فَمَنْ عَرَضَ لَهُ مِنْكُمْ قَضَاءٌ بَعْدَ الْيَوْمِ فَلْيَقْضِ بِمَا فِي كِتَابِ اللهِ فَإِنْ جَاءَ أَمْرٌ لَيْسَ فِي كِتَابِ اللهِ فَلْيَقْضِ بِمَا قَضَى بِهِ نَبِيُّهُ صلى الله عليه وسلم فَإِنْ جَاءَ أَمْرٌ لَيْسَ فِي كِتَابِ اللهِ وَلاَ قَضَى بِهِ نَبِيُّهُ صلى الله عليه وسلم فَلْيَقْضِ بِمَا قَضَى بِهِ الصَّالِحُونَ فَإِنْ جَاءَ أَمْرٌ لَيْسَ فِي كِتَابِ اللهِ وَلاَ قَضَى بِهِ نَبِيُّهُ صلى الله عليه وسلم وَلاَ قَضَى بِهِ الصَّالِحُونَ فَلْيَجْتَهِدْ رَأْيَهُ]

ترجمہ: جب تمہارے سامنے کوئی مقدمہ آئے تو کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ کرنا چاہئے ورنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق فیصلہ کیا جائے، اگر وہ فیصلہ کتاب وسنت میں نہ ملے تو پھر بزرگوں (اکابر صحابہ کرام) کے فیصلوں کو لیا جائے اور اگر کوئی ایسا معاملہ آجائے جو ان بزرگوں کے فیصلوں میں بھی نہ ملے تو (اجتہاد کی اہلیت رکھنے والا) اپنی علمی رائے سے اجتہاد کرے۔ (سنن نسائی: 8/ 230 رقم 5397)

چنانچہ ترجمان القرآن حضرت ابن عباس ؓ (۶۸ھ) قرآن وحدیث کے بعد حضرت ابوبکر ؓ اور حضرت عمر ؓ کے فیصلوں سے ہی فتویٰ دیتے تھے (منہاج السنۃ: 3/ 213) اگر وہاں بھی نہ ملتا پھر اجتہاد کرتے، اس تفصیل کا حاصل یہ ہے کہ قرآن پاک کی جامعیت امور کلیہ میں ہے اور انہی کلیات میں سے ہے کہ:

پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت لازمی کی جائے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کلیدی احادیث آئندہ رہنمائی کے لیے صحابہ کو پیش کرتی ہیں اور ضرورت آمدہ پر اجتہاد کی راہیں کھولتی ہیں اور یہ ساری شاہراہ قرآن پاک کے چشمہ فیض سے ہی مستفیض اور اسی منبع نور سے ہے

حضرت امام مالک ؒ (۱۷۹ھ) فرماتے ہیں:

[قَالَ: أَنْزَلَ اللهُ كِتَابَهُ، وَتَرَكَ فِيهِ مَوْضِعًا لِسُنَّةِ نَبِيِّهِ، وَسَنَّ نَبِيُّهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ السُّنَنَ، وَتَرَكَ فِيهَا مَوْضِعًا لِلرَّأْيِ وَالْقِيَاسِ]

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے قرآن نازل فرمایا اور اس میں اپنے نبی ﷺ کی سنت کے لیے جگہ رہنے دی اور

حضور ﷺ نے سنن قائم کیں اور ان میں رائے اور اجتہاد کے لیے گنجائش رکھی۔ (نصب الرایہ: 4/ 64)

امام مالک ؒ کے ساتھ ساتھ امام شافعی ؒ (۲۰۴ھ) کی رائے بھی سن لیجئے:

[جميع ما تقول الائمة شرح للسنة وجميع السنة شرح للقران]

ترجمہ: ائمہ کرام جو کچھ کہتے ہیں وہ سنت کا بیان ہے اور ساری سنت قرآن پاک کی تشریح ہے۔

(الاتقان لسیوطی: 2/ 330 رقم 5325)

جامعیت قرآن کے سلسلے میں یہ ایک سوال کا جواب تھا، اصل موضوع زیر بحث نہ تھا کہ قرآن پاک کے احکامات کچھ اس طرح کے ہیں کہ جب تک قرآن پاک کے ساتھ کوئی اور جزو لازم اور علم کا ماخذ آگے نہ لایا جائے ان احکامات پر عمل نہیں ہوسکتا۔

حبر الامۃ حضرت عبداللہ بن عمر ؓ ابو عبدالرحمن العدوی المدنی حضرت علی ؓ کے صاحبزادے محمد بن الحنیفہ ؒ انہیں [حبر هذه الامة] (اس اُمت کے بڑے عالم) کہا کرتے تھے، امام زہری فرماتے ہیں:

[لاتعدلن برای ابن عمر فانه اقام ستين سنة بعد رسول الله ﷺ فلم يخف عليه شئي من امره ولا من امر اصحابه]

ترجمہ: نہ برابر سمجھا ابن عمر ؓ کے ساتھ کسی کو رائے میں اس لیے کہ وہ حضور ﷺ کے وصال کے بعد ساٹھ سال تک زندہ رہے اس لیے نہیں مخفی رہا، آپ ؓ پر حضور ﷺ کے امر سے اور نہ ہی آپ کے صحابہ کے امر سے۔ (تذکرۃ الحفاظ: 1/ 38)

اہل الرائے ہونا کوئی عیب نہیں جو امام زہری، عبداللہ بن عمر ؓ کی طرف منسوب کررہے ہیں، یہ علم کا وہ درجہ ہے جو مجتہد کو ہی نصیب ہوتا ہے، آپ ؓ سے کثیر تعداد احادیث منقول ہیں؛ لیکن علامہ ذہبی نے انہیں الفقیہ کے پر اعزاز لقب سے ذکر کیا ہے،

محدثین میں اہل الرائے ائمہ حدیث میں اہل الرائے صرف وہی حضرات ہوئے جو مجتہد کے درجہ تک پہنچے تھے، نص صریح نہ ہونے کی صورت میں کسی مسئلہ میں رائے دینا کوئی معمولی کام نہ تھا، ابن قتیبہ نے معارف میں اصحاب الرائے کا عنوان قائم کرکے اِن میں سفیان الثوری، امام مالک اور امام اوزاعی

کو بھی ذکر کیا ہے سو اگر کسی نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کو اہل الرائے میں لکھ دیا تو یہ ان کے مجتہدانہ مقام کا ایک علمی اعتراف ہے، محدث ہونے کا انکار نہیں پھر صرف حنفیہ میں ہی اہل الرائے نہیں، حافظ محمد بن الحارث الخشنی نے قضاۃ قرطبہ میں مالکیہ کو بھی اصحاب الرائے میں ذکر کیا ہے، علامہ سلیمان بن عبد القوی الطوفی الحنبلی نے اصولِ حنابلہ پر مختصر الروضہ کے نام سے ایک کتاب لکھی ہے، اس میں ہے:

[وَاعْلَمْ أَنَّ أَصْحَابَ الرَّأْيِ بِحَسَبِ الْإِضَافَةِ هُمْ كُلُّ مَنْ تَصَرَّفَ فِي الْأَحْكَامِ بِالرَّأْيِ ، فَيَتَنَاوَلُ جَمِيعَ عُلَمَاءِ الْإِسْلَامِ ، لِأَنَّ كُلَّ وَاحِدٍ مِنَ الْمُجْتَهِدِينَ لَا يَسْتَغْنِي فِي اجْتِهَادِهِ عَنْ نَظَرٍ وَرَأْيٍ ،وَلَوْ بِتَحْقِيقِ الْمَنَاطِ وَتَنْقِيحِهِ الَّذِي لَا نِزَاعَ فِي صِحَّتِهِ.]

ترجمہ: جان لو کہ اصحاب الرائے باعتبار اضافت کے تمام وہ علماء ہیں جو احکام میں فکر کو راہ دیتے ہیں سو یہ لفظ تمام علماء اسلام کو شامل ہوگا کیونکہ مجتہدین میں سے کوئی بھی اپنے اجتہاد میں نظر و رأی سے مستغنی نہیں گو وہ تحقیق مناط سے ہو اور اس تنقیح سے ہو جس میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

(شرح مختصر الروضۃ:3/289)

تدوین فقہ کے کام کو سرانجام دینے کے باعث حضرت امام ابوحنیفہ ؒ نے حدیث کا کوئی مجموعہ مرتب نہیں کیا لیکن فقہی مباحث کے ضمن میں بہت سی احادیث آپ نے اپنے تلامذہ کے سامنے روایت کیں، آپ کی جو روایات آپ سے آگے آپ کے تلامذہ میں چلتی رہیں انہیں امام حصکفی ؒ نے جمع کیا ہے پھر ابوالموید محمد بن محمود الخوارزمی نے تمام مسانید کو سنہ ۶۶۵ھ میں یکجا جمع کیا اسی مجموعہ کو [جامع المسانید] کہا جاتا ہے، اس کے لائق اعتماد ہونے کے لیئے موسیٰ بن زکریا الحصکفی کی ثقہ شخصیت کے علاوہ یہ بات بھی لائق غور ہے کہ عمدۃ المحدثین ملا علی قاری ؒ جیسے اکابر نے اس مسندِ امام کی شرح لکھی ہے، جو [سند الانام] کے نام سے معروف ہے اور علماء میں بے حد مقبول ہے، امام وکیع بن الجراح کی علمی منزلت اور فن حدیث میں مرکزی حیثیت اہلِ علم سے مخفی نہیں ہے، صحیح بخاری اور صحیح مسلم آپ کی مرویات سے بھری پڑی ہیں، علمِ حدیث کے ایسے بالغ نظر علماء کا امام ابوحنیفہ ؒ سے حدیث سننا اور پھر ان کے اس قدر گرویدہ ہو جانا کہ انہی کے قول پر فتویٰ دینا حضرت امام ابوحنیفہ ؒ کی علمی منزلت کی ناقابل انکار تاریخی شہادت ہے،

حافظ ابن عبد البر مالکی، امام الجرح والتعدیل یحییٰ بن معین سے نقل کرتے ہیں:

[و كان (وكيع) يفتي برأي أبي حنيفة و كان يحفظ حديثه كله و كان قد سمع من ابي حنيفة حديثاً كثيراً]

ترجمہ: حضرت وکیع حضرت امام ابوحنیفہ ؒ کی فقہ کے مطابق فتویٰ دیتے تھے اور آپ کی روایت کردہ تمام احادیث یاد رکھتے تھے اور انہوں نے آپ سے بہت سی احادیث سنی تھیں۔

(1) کتاب الانتقاء:2/150 (2) جامع بیان العلم:2/149

حافظ شمس الدین الذہبی (۷۴۸ھ) بھی وکیع کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

[وقال يحيى: ما رأيت افضل منه يقوم الليل ويسرد الصوم ويفتي بقول ابي حنيفة]

وکیع جیسے حافظ الحدیث اور عظیم محدث کا آپ کی تقلید کرنا اور فقہ حنفی پر فتویٰ دینا حضرت امام ابوحنیفہ ؒ کے مقام حدیث کی ایک کھلی شہادت ہے (تذکرۃ الحفاظ:1/224)

پھر چند نہیں آپ نے ان سے کثیر احادیث سنیں، علم حدیث اور علم فقہ کے علاوہ آپ کی علم کلام پر بھی گہری نظر تھی، عراق کے کوفی اور بصری اعتقادی فتنوں نے حضرت امام ابوحنیفہ ؒ کو اس طرف بھی متوجہ کر دیا تھا، آپ نے محدثین کے مسلک پر رہتے ہوئے ان الحادی تحریکات کا خوب مقابلہ کیا، خطیب بغدادی (۴۶۳ھ) لکھتے ہیں:

[علمِ عقائد اور علم کلام میں لوگ ابوحنیفہ ؒ کے عیال اور خوشہ چیں ہیں] (تاریخ بغداد:13/161)

علامہ ابن خلدون لکھتے ہیں:

[والامام أبو حنيفة إنما قلت روايته لما شدد في شروط الرواية والتحمل]

ترجمہ: اور امام ابوحنیفہ ؒ کی روایت قلیل اس لیے ہیں کہ آپ نے روایت اور تحمل روایت کی شرطوں میں سختی کی ہے۔ (مقدمہ تاریخ ابن خلدون:1/445)

بایں ہمہ آپ کثیر الروایۃ تھے، وکیع نے آپ سے کثیر احادیث سنی ہیں۔

محدثین کا آپ کے متعلق اس قسم کی آراء کا اظہار کرنا اس بات کا پتہ دیتا ہے کہ آپ رواۃ حدیث کے فہم و درایت پر کتنی گہری نظر رکھتے تھے، حضرت سفیان الثوری کے علمی مرتبہ اور شانِ علم حدیث سے کون واقف

نہیں، اتنے بڑے محدث کے بارے میں آپ سے رائے لی گئی کہ ان سے حدیث لی جائے یا نہیں؟
امام بیہقی لکھتے ہیں:

[عبد الحميد قال: سمعت أباسعد الصاغاني يقول: جاء رجل إلى أبي حنيفة فقال: ما ترى في الأخذ عن الثوري؟ فقال: اكتب عنه ماخلا حديث أبي إسحاق عن الحارث عن علي، وحديث جابر الجعفي]

ترجمہ: عبدالحمید الحمانی کہتے ہیں میں نے ابوسعد صاغانی کو کہتے ہوئے سنا کہ ایک شخص امام ابوحنیفہ ؒ کے پاس آیا اور پوچھا سفیان ثوری ؒ سے روایت لینے میں آپ کی رائے کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: ان سے حدیث لے لو ماسوائے ان حدیثوں کے جنھیں وہ ابواسحاق عن الحارث کی سند سے روایت کریں یا جنھیں وہ جابر جعفی سے نقل کریں۔ (کتاب القراۃ للبیہقی: 1/ 343)

غور کیجئے جب حضرت امام سفیان ثوری ؒ جیسے محدث کے بارے میں بھی آپ سے رائے لی جا رہی ہے تو آپ کا اپنا مقام حدیث میں کیا ہوگا؟ اجتہاد واستنباط یا تطبیق وترجیح میں تو مجتہدین آپ سے اختلاف کر سکتے ہیں لیکن کسی مقام پر یہ کہہ دینا کہ یہ حدیث حضرت امام کو نہ پہنچی ہوگی ہرگز درست نہیں اس دور میں یہ بعض الظن اثم کے قبیل میں سے ہے، محدث جلیل ملا علی قاری احیاء العلوم کی ایک عبارت پر تنقید کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

[فالظن بأبي حنيفة أن هٰذه الأحاديث لم تبلغه ولو بلغته لقال بها قلت هذا من بعض الظن فإن حسن الظن بأبي حنيفة أنه أحاط بالأحاديث الشريفة من الصحيحة والضعيفة. لكنه مارجح الحديث الدال على الحرمة أوحمله على الكراهة جمعا بين الأحاديث وعملا بالرواية والدراية]

الحافظ اور الحجۃ کے درجے کے محدثین تو بہت ہوئے؛ لیکن بہت کم ہوئے جن کا علم تمام احادیث کو محیط مانا گیا ہو، حضرت امام ابوحنیفہ ؒ ان کبارِ محدثین میں سے ہیں، جن کا علم تمام احادیثِ صحیحہ اور ضعیفہ کو محیط مانا گیا، (سند الانام: ص 52)

مشہور ثقہ محدث علی بن خشرم کا بیان ہے کہ:

[كنا في مجلس سفيان بن عيينة فقال: يا اصحاب الحديث تعلموا فقه الحديث

لا يقهر كم اصحاب الرأى، ما قال ابو حنيفة شيئاً الا ونحن نروى فيه حديثا او حديثين]

یعنی ہم سفیان بن عیینہ ؒ کی مجلس میں تھے تو انھوں نے کہا اے حدیث سے اشتغال رکھنے والو، حدیث میں تفقہ حاصل کرو ایسا نہ ہو کہ تم پر اصحاب الرائے غالب ہوجائیں، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ علیہ نے کوئی بات ایسی نہیں بیان کی ہے کہ ہم اس سے متعلق ایک، دو حدیثیں روایت نہ کرتے ہوں۔

(معرفۃ علوم الحدیث للحاکم: ص 66)

(تشریح: امام سفیان بن عیینہ ؒ نے اپنے اس ارشاد میں حاضرین مجلس کو دو باتوں کی طرف متوجہ کیا ہے ایک یہ کہ وہ الفاظ حدیث کی تحصیل وتصحیح کے ساتھ حدیث کے معنی وفقہ کے حاصل کرنے کی بھی سعی کریں دوسرے امام صاحب کی اصابت رائے اور بصیرت فقہ کی تعریف میں فرمایا کہ ان کی رائے وفقہ حدیث کے مطابق ہے کیوں کہ وہ جو کچھ بھی کہتے ہیں اس کی تائید وتوثیق کسی نہ کسی حدیث سے ہو جاتی ہے۔ اس کمالِ اصابت رائے اور بے نظیر فقہی بصیرت کے باوصف تواضع و بے نفسی اور وسعت نظری وکشادہ ذہنی کا یہ عالم تھا کہ برملا فرماتے تھے۔)

امام الجرح والتعدیل یحییٰ بن سعید القطان (۱۹۸ھ) فرماتے ہیں کہ ہم خدائے قدوس کی تکذیب نہیں کرتے، ہم نے امام ابوحنیفہ ؒ سے بہتر رائے اور بات کسی سے نہیں دیکھی

(تہذیب التہذیب: 10/ 449)

آپ بھی حضرت امام ابوحنیفہ ؒ کے قول پر فتویٰ دیتے تھے، حافظ ذہبی ؒ لکھتے ہیں:

[كان يحيىٰ القطان يفتي بقول ابی حنيفه ايضا] (تذکرۃ الحفاظ: 1/ 282)

یہ اس درجہ کے امام تھے کہ امام احمد ؒ فرماتے ہیں:

[ما رأيت بعيني مثل يحيىٰ بن سعيد القطان]

میں نے اپنی آنکھوں سے یحییٰ بن سعید کی مثال کسی کو نہ دیکھا۔ (تذکرۃ الحفاظ: 1/ 275)

اِس درجے کے عظیم القدر محدث کا فقہی مسائل میں امام ابوحنیفہ ؒ کی پیروی کرنا اور اُن کے قول پر فتوٰی دینا اس بات کا پتہ دیتا ہے کہ حضرت امام ابوحنیفہ ؒ حدیث وفقہ میں کتنا اونچا مقام رکھتے تھے، حضرت عبداللہ بن داؤد ؒ کہتے ہیں:

[جب کوئی آثار یا حدیث کا قصد کرے تو (اس کے لیے) سفیان رحمۃ اللہ علیہ ہیں اور جب آثار یا حدیث کی باریکیوں کو معلوم کرنا چاہے تو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ہیں] (سیر الاحناف:29)

حضرت سوید بن نصر رحمۃ اللہ علیہ جو کہ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اور امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کے شیوخ میں سے ہیں فرماتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے:

[لاتقولو ارای ابو حنیفة ولکن قولوا تفسیر الحدیث]

ترجمہ: یہ نہ کہا کرو ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی رائے ہے بلکہ کہو یہ حدیث کی شرح اور تفسیر ہے۔

(کتاب المناقب للموفق:2/51)

علامہ ابن تیمیہ کا فتوٰی:

[ومن ظنّ بأبي حنيفة أوغيره من أئمة المسلمين أنهم يتعمدون مخالفة الحديث الصحيح لقياس أو غيره فقد أخطأ عليهم ، وتكلّم إما بظنّ وإما بهوى ، فهذا أبو حنيفة يعمل بحديث التوضى بالنبيذ فى السفر مع مخالفته للقياس ، وبحديث القهقهة فى الصلاة مع مخالفته للقياس لاعتقاده صحتهما وإن كان أئمة الحديث لم يصححوهما]

اور جس نے بھی امام اَبی حنیفہ یا ان کے علاوہ دیگر اَئمہ المسلمین کے متعلق یہ گمان کیا کہ وہ قیاس یا (رائے) وغیرہ کی وجہ سے حدیث صحیح کی مُخالفت کرتے ہیں تو اس نے ان ائمہ پر غلط (وجھوٹ) بات بولی، اور محض اپنے گمان وخیال سے یا خواہش وہوٰی سے بات کی، اور امام اَبی حنیفہ تو نَبیذُ التَمر کے ساتھ وضو والی حدیث پر باوجود ضعیف ہونے کے اور مخالف قیاس ہونے کے عمل کرتے ہیں الخ.

(مجموع الفتاوٰی لابن تیمیہ:20/305،304)

حافظ ابن القیم اپنی کتاب {إعلام الموقعین} فرماتے ہیں کہ:

[وأصحاب أبي حنيفه رحمه الله مجمعون على أن مذهب أبى حنيفة أن ضعيف الحديث عنده أولى من القياس والرأى ، وعلى ذلك بنى مذهبه كما قدّم حديث القهقهة مع ضعفه على القياس والرأى، وقدّم حديث الوضوء بنبيذ التمر فى السفر مع ضعفه على الرأى والقياس .... فتقديم الحديث الضعيف وآثار الصحابة على القياس والرأى قوله وقول الإمام أحمد]

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے اصحاب کا اس بات پر اجماع ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا مذہب یہ ہے کہ ان کے نزدیک ضعیف حدیث بھی رائے وقیاس سے اَولیٰ و بہتر (ومقدم) ہے، اور اسی اصول پر امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے مذہب کی بنیاد واساس رکھی گئی، جیسا قہقہہ والی حدیث کو باوجود ضعیف ہونے کے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے قیاس و رائے پر مقدم کیا، اور سفر میں نَبیذُ التَمر کے ساتھ وضو والی حدیث کو باوجود ضعیف ہونے کے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے قیاس و رائے پر مقدم کیا، پس حدیث ضعیف وآثارُ الصحابہ کو رائے وقیاس پر مقدم کرنا یہ اِمام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور اِمام احمد رحمہ اللہ کا قول (وعمل وفیصلہ) ہے۔

(اِعلام الموقعین عن رب العالمین:1/77)

اہلحدیث یا اہل الرائے آپ مجھے صرف ایک حدیث ایسی لکھوائیں جس کو اللہ یا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحیح فرمایا ہو اور ایک حدیث ایسی جس کو اللہ یا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ضعیف یا من گھڑت فرمایا ہو قیامت تک ایک حدیث بھی نہیں لا سکتے جس کو اللہ یا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحیح یا ضعیف کہا ہو میں پوچھتا ہوں کہ پھر تم کسی حدیث کو صحیح کسی کو حسن، کسی کو ضعیف، کسی کو من گھڑت کس دلیل سے کہتے ہو؟ یقیناً اپنی رائے یا کسی امتی اہل الرائے محدث کی رائے سے احادیث کو صحیح وضعیف وغیرہ کہتے ہو تو پھر جناب اہل الرائے ہوئے یا کسی اہل الرائے کے مقلد ہوئے، اہل حدیث تو نہ ہوئے؟

دورِ جدید میں ایک چھوٹا سا طبقہ علماء سلف کی علم، دیانت وتحقیقات کو غیر معصوم کہہ کر ان کے اقوال کے خلاف منسوخ / شاذ / مضطرب احادیث پھیلا کر ان کو غلطی پر ہونے کا تاثر دیتے ہیں دنیوی تعلیم یافتہ غیر عالم عوام کو گمراہ کرتے انھیں ان ائمہ کی پیروی (تقلید) کرنے کو شرک کہہ کر روکتے ہیں اور اپنی اس شرارت کو معصومانہ تحقیق باور کراتے اپنی رائے کو قرآن واحادیث پر مبنی ہونے کا دعوٰی کرتے عوام کو اپنی تقلید کی طرف مائل کرتے ہیں، لیکن جب انھیں ان ائمہ کرام کے دلائل احادیث سے دیے جاتے ہیں تو انھیں بعض غیر معصوم امتی (محدثین) کی رائے کی تقلید کرتے ان احادیث کا رد/ انکار ضعیف کہہ کر کر دیتے ہیں، جبکہ اپنے ہی فتاویٰ میں اپنے مخصوص مسائل میں خود ضعیف حدیث کے مقبول ہونے کا اصول بلا دلیل قرآن وحدیث کے بھی لکھتے، مانتے اور منواتے ہیں جب انھیں اللہ و رسول کا قرآن و حدیث کافی ہے تو مزید کتابیں وفتاویٰ لکھ کر اپنی رائے سے اس کے مفہوم میں گڑبڑ کرنے کا کیا مطلب و مقصد ہے؟ جب دونوں حالتوں میں تقلید ہی کرنا ہے تو نبوی صحبت یافتہ لوگوں کے مستند سلسلہ سے تعلیم حاصل کرنے والے مستند علماء وائمہ کی تقلید (پیروی) کرنا اس چھوٹے جدید غیر مستند طبقہ کی ماننے سے

بہتر ہی نہیں بلکہ جدید گمراہی سے بچنے کو ضروری بھی ہے جب ان میں سے بعض صرف عوام کے سامنے اس بات کو مانتے بھی ہیں کہ وہ ائمہ ہدایت پر تھے تو ان ہدایت یافتہ لوگوں کے راستہ پر چلنے کی قرآنی دعا (سورہ فاتحہ: 5-7) ہر نماز کی ہر رکعت میں انھیں ان شرارتوں سے کیوں نہیں باز رکھتی؟ دراصل جسے اللہ گمراہ کرنا چاہے تو اسے کون ہدایت دے سکتا ہے قرآن: اصول تفسیر و اصول حدیث محض اجتہادی ہیں، جسے حدیث کے علماء نے خود تسلیم کیا ہے:

خطیب بغدادی اصولِ حدیث پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

[وجب الاجتهاد فی علم اصولها] (الکفایہ فی علوم الروایہ: ص 3)

جس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ اس موضوع کی ہر بات میں اجتہاد سے کام لیا گیا ہے، فقہاء حدیث نے اپنے اپنے تفقہ کی روشنی میں اس کے اصول طے کئے ہیں؛

[وقال العلامة بدر الدين بن بهادر فی النكت على مقدمة ابن الصلاح (3 / 341-342): "فلا شك أن فی الجرح والتعديل ضربين من الاجتهاد؛ وأئمة النقل يختلفون فی الأكثر فبعضهم يوثق الرجل إلى الغاية وبعضهم يوهنه إلى الغاية وهما إمامان إليهما المرجع فی هذا الشأن.]

علم جرح وتعدیل میں ناقدین رجال کے احکام ظنی اور اجتہادی ہیں اور یہ ان کے روات کے حالات، روایات کا استقراء و تتبع پر مبنی ہے یہ بات حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی کہی ہے چنانچہ وہ کہتے ہیں۔

[الحافظ الذهبی فی الموقظة: "هذا الدين مؤيد محفوظ من الله تعالى، لم يجتمع علماؤه على ضلالة، لا عمدا ولا خطأ، فلا يجتمع اثنان على توثيق ضعيف، ولا على تضعيف ثقة، وإنما يقع اختلافهم فی مراتب القوة أو مراتب الضعف؛ والحاكم منهم يتكلم بحسب اجتهاده وقوة معارفه، فإن قدر خطؤه فی نقده، فله أجر واحد]

یہی بات حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے دوسرے مقام پر بھی اس کو بیان کی ہے چنانچہ وہ ذکر من يعتمد قوله فی الجرح والتعديل میں کہتے ہیں:

[فمن أئمة الجرح والتعديل بعد من قدمنا يحيى بن معين؛ وقد سأله عن الرجال عباس الدوری وعثمان الدارمی وأبو حاتم وطائفة؛ وأجاب كل واحد منهم بحسب اجتهادات

الفقهاء المجتهدين، وصارت لهم فی المسألة أقوال] حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بات میزان الاعتدال میں بھی دہرائی ہے چنانچہ وہ میزان الاعتدال میں ہشام بن عمار السلمی الدمشقی کے ترجمہ میں لکھتے ہیں۔

[ومازال العلماء الاقران يتكلم بعضهم فی بعض بحسب اجتهادهم وكل احد يوخذ منه قوله ويترك الا رسول الله صلى الله عليه وسلم] ترجمہ: اس امر کا اعتراف حافظ الدنیا حافظ ابن حجر کو بھی ہے کہ ناقدین رجال اور جرح وتعدیل کے ائمہ کے اقوال بعینہ اسی طرح اجتہادی ہیں جس طرح کے فقہاء کے اقوال اجتہادی اور استنباطی ہوتے ہیں۔ (میزان الاعتدال: 3/256)

وقال الحافظ ابن حجر فی لسان المیزان: 1/3:

[أقام الله طائفة كثيرة من هذه الأمة للذب عن سنة نبيه صلى الله عليه وسلم فتكلموا فی الرواة على قصد النصيحة؛ ولم يعد ذلك من الغيبة المذمومة بل كان ذلك واجبا عليهم وجوب كفاية ثم ألف الحفاظ فی أسماء المجروحين كتبا كثيرة كل منهم على مبلغ علمه ومقدار ما وصل اليه اجتهاده] حافظ سخاوی کہتے ہیں کہ جرح وتعدیل کے ائمہ کے اختلافی کلام میں اسی طرح اجتہادی ہیں جس طرح کے فقہاء کرام کے مختلف اقوال کسی ایک مسئلہ میں اجتہادی ہوتے ہیں اسی طرح کسی ایک مسئلہ میں ایک فقیہہ کا مختلف قول اجتہادی ہوتا ہے اسی طرح ایک راوی پر ایک ناقد حدیث کے مختلف احکام بھی اجتہادی ہوتے ہیں۔ جیسا کہ ابن معین سے ایک ہی راوی کے سلسلہ میں مختلف احکام منقول ہیں۔ وقال السخاوی فی فتح المغیث: 3/ 2 5 3:

[وولاة الجرح والتعديل بعد من ذكرنا ،يحيى بن معين، وقد سأله عن الرجال غير واحد من الحفاظ ,ومن ثم اختلفت آراؤه وعباراته فی بعض الرجال كما اختلف اجتهاد الفقهاء وصارت لهم الأقوال والوجوه فاجتهدوا فی المسائل كما اجتهد ابن معين فی الرجال.] سلفی علماء میں سے اس امر کا اعتراف شیخ جمال الدین قاسمی نے بھی کیا ہے کہ حدیث کی تصحیح وتضعیف کا معاملہ ہو یا پھر بات راوی پر کلام کی ہو یہ اجتہادی امر ہے اور قائل کی اپنے معلومات، دائرہ اطلاع، فکر ونظر کی گہرائی وگیرائی کے اعتبار سے ہے۔

[ومعرفة الرجال علم واسع - ثم قد يكون المصيب من يعتقد ضعفه لاطلاعه على

سبب جارح وقد يكون الصواب مع الآخر لمعرفته أن ذلك السبب غير جارح إما لأن جنسه غير جارح أو لأنه كان له فيه عذر يمنع الجرح وهذا باب واسع وللعلماء بالرجال وأحوالهم فى ذلك من الإجماع والاختلاف مثل ما لغيرهم من سائر أهل العلم فى علومهم] (قواعد التحدیث من فنون مصطلح الحدیث: ص 290)

حقیقت اجماع اصل میں محض رائے ہے؛ جیسا کہ قیاس رائے ہے؛ البتہ اجماع و قیاس کے درمیان فرق یہ ہے کہ قیاس کے تحت جو رائے ہوتی ہے وہ انفرادی یا زیادہ سے زیادہ چند افراد کی ہوتی ہے اور [اجماع] ایک زمانے کے تمام مجتہدین کی متفقہ رائے کا نام ہے اسی اجتماعیت کی وجہ سے اس کو قیاس پر فوقیت حاصل ہے

(1) المدخل: ص 193 (2) اصول الفقہ عبید اللہ الاسعدی: ص 212

[بدعتی اور فاسق مجتہد کا اجماع میں تقویٰ اور تدین بھی ضروری ہے کیونکہ ایسے شخص کی رائے اجماع میں قابل اعتبار نہ ہوگی جو دین کا پابند نہ ہو یا دین کی قطعی اور اصولی باتوں کی کوئی پرواہ نہ کرتا ہو اور فسق و فجور اور بدعت میں مبتلا ہو کیونکہ ایسا شخص شریعت کی نگاہ میں لائق مذمت ہے امام مالک، امام اوزاعی، محمد بن حسن رحمۃ اللہ علیہم وغیرہ ایسے شخص کو اہل ہویٰ وضلال کہتے ہیں اور اس کے اجماع کو معتبر نہیں مانتے]

(1) الاحکام فی اصول الاحکام لابن حزم: 1/ 237 (2) المستصفی للغزالی: 1/ 183

[البتہ علامہ صیرفی رحمہ اللہ کا خیال ہے کہ ایسے شخص کا اجماع بھی معتبر ہے یہی قول امام غزالی، علامہ آمدی اور دیگر اصولی حضرات کا ہے کیونکہ فاسق اور اہل بدعت بھی ارباب حل وعقد میں سے ہوتے ہیں اور لفظ [امت] کے مصداق میں شامل ہیں اور یہ بات بھی طے ہے کہ تقویٰ و تدین جب ہوگا تو لوگوں کو اس کی رائے پر اعتماد ہوگا، جب تقویٰ کی شرط صرف رائے پر اعتماد کی خاطر ہے تو ظاہر ہے کہ تقویٰ اگر نہ بھی ہو تب بھی استنباط کی صلاحیت وصحت پر فی نفسہ کوئی اثر مرتب نہ ہوگا]

(1) ارشاد الفحول: ص 131 (2) المستصفی من علم الاصول الغزالی: 1/ 183

(3) البحر المحیط: 4/ 467 (4) الاحکام فی اصول الاحکام للآمدی: 1/ 326

اجماع میں اکثریت و اقلیت کی بحث اجماع کے انعقاد کے لیے پوری امت کے مجتہدین کا متفق الرائے ہونا ضروری ہے، محض اکثریت کی رائے کو اجماع کے لیے جمہور کافی نہیں سمجھتے، لیکن ابوبکر رازی، ابوالحسن خیاط معتزلی اور ابن جریر طبری کا خیال ہے کہ محض ایک دو آدمی مخالفت کریں

تو اجماع کے انعقاد پر اس سے کوئی اثر مرتب نہیں ہوگا، بعض حضرات کی رائے ہے کہ موافقین کے مقابلہ میں اگرچہ مخالفین کی تعداد کم ہو لیکن حد تواتر تک پہنچی ہوئی ہو تو اجماع منعقد نہیں ہوگا اگر تواتر تک نہیں پہنچی ہو تو اجماع منعقد ہو جائے گا۔

(1) فواع الرحموت: 2/ 322 (2) المستصفی الغزالی: 1/ 174

اقلیت و اکثریت کی اس بحث میں یہ بھی ذہن میں رکھنا چاہیے کہ مخالفت اگر اخلاص و اجتہاد کی بناء پر ہو تو وہ اجماع کے انعقاد و عدمِ انعقاد میں ملحوظ ہوگی ورنہ اگر اخلاص و اجتہاد کے بجائے حب جاہ یا کوئی دوسرا جذبہ مخالفت کے پیچھے کارفرما ہو تو ایسی مخالفت کا بالکل اعتبار نہ ہوگا یہی وجہ ہے کہ خلیفہ اوّل کے انتخاب کے موقعہ پر حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے مخالفت کی تھی لیکن وہ معتبر نہیں مانی گئی اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت بالا جماع منعقد ہوئی۔

(1) اصول الفقہ الاسلامی: 1/ 521 (2) فقہی خدمات و تقاضے: ص 185

اجماع کے اعتبار کے لیے کیا مجتہدین کی موت ضروری ہے چونکہ زندگی میں انسان کی رائے بدلتی رہتی ہے اور ہو سکتا ہے کہ اجماع کے بعد کسی مجتہد کی رائے میں تبدیلی ہو جائے، جس کی وجہ سے اتفاق باقی نہ رہ سکے، اس لیے اصولی حضرات نے یہ بحث بھی کی ہے کہ کیا اس احتمال سے کہ کسی مجتہد کی رائے بدل سکتی ہے، اجماع غیر معتبر ہوگا؟ اس سلسلہ میں اصولی حضرات میں اختلاف پایا جاتا ہے۔

(1) الاحکام آمدی: 1/ 366 (2) اصول الفقہ الاسلامی: 1/ 527

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، اشاعرہ، معتزلہ اور اکثر شوافع کا مسلک یہ ہے کہ اجماع کرنے والے مجتہدین کی وفات اجماع کے اعتبار کے لیے ضروری نہیں ہے کیونکہ جس لمحہ میں اتفاق وجود میں آتا ہے، اس لمحہ میں اجماع منعقد ہو جاتا ہے، اتفاق ہو جانے کے بعد مسئلہ نزاع سے خارج ہو جاتا ہے اور سب کے لیے لازم ہو جاتا ہے اس لیے بعد میں رائے کی تبدیلی کا کوئی اثر اجماع کے انعقاد پر نہیں پڑے گا یہاں تک کہ اجماع کے متصلاً بعد اگر کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی قدرت و رحمت سے مجتہد بن جائے تو اس کی بھی رائے کا اجماع کے لیے اعتبار نہیں ہوگا اور یہی موقف صحیح معلوم ہوتا ہے کیونکہ جن نصوص سے اجماع کا حجت ہونا ثابت ہوتا ہے ان میں اطلاق ہے، مجتہدین کی وفات کی قید نہیں ہے، اس لیے ملا محب اللہ بہاری نے بجا لکھا ہے:

[الانقراض لا مدخل له فى الاصابة ضرورة] ترجمہ: وفات کا اجماع کی حجت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

امام غزالی رحمہ اللہ کی عبارت اس موقع پر کافی وضاحت سے روشنی ڈالتی ہے، فرماتے ہیں:
[الحجة فی اتفاقهم لافی موتهم وقد حصل قبل الموت] ترجمہ: اجماع تو ان کے اتفاق سے حجت بن جاتا ہے، موت سے اس کا کیا سروکار ہے۔

(1) نفائس الاصول فی شرح المحصول:6/2786 (2) المستصفی للغزالی:1/182

اجماع کی بنیاد اجماع کے لیے ضروری ہے کہ اس کی بنیاد کسی نہ کسی اصل شرعی پر ہو کیونکہ اجماع اور قیاس خود کوئی مستقل دلیل نہیں ہیں، اجماع کے لیے ضروری ہے کہ اس کی اصل کتاب وسنت یا پھر قیاس میں موجود ہو، اجماع کی اصل کی ضرورت اس لیے ہے کہ اہل اجماع بنفس نفیس احکام کو بیان نہیں کر سکتے کیونکہ انشاء شریعت کا حق صرف اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول حضرت محمد ﷺ کو حاصل ہے یہی وجہ ہے کہ جن مسائل پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اجماع کیا ہے ان سب میں وہ کسی نہ کسی اصل پر بحث کرتے ہوئے انہی پر اپنی آراء کی بنیاد رکھتے اور اس طرح اجماع کا انعقاد ہو جاتا ہے، میراث جدہ کے بارے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کی خبر پر اعتماد کیا اور جمع بین المحارم کی حرمت کے سلسلہ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت پر اعتماد کیا، اسی طرح حقیقی بھائیوں کی عدم موجودگی میں علاتی بھائیوں کا وراثت میں اعتبار کیا گیا، اس مسئلہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضور ﷺ کی اس تعبیر پر اعتماد کیا جس میں یہ بیان کیا گیا ہے: [وَدخولهم فِی عموم الاخوة] اور جمہور علماء کرام کا کتاب وسنت کو اجماع کی اصل قرار دینے پر اتفاق ہے، جیسا کہ سطورِ بالا میں اس کی وضاحت ہو چکی ہے، ان میں اجماع کی اساس سنت ہے۔

(1) اصول الفقہ اسعدی: ص215 (2) اصول الفقہ ابوزہرہ: ص165
(3) البحر المحیط: 4/450 (4) الکوکب المنیر: 2/228

اجماع کی بنیاد قیاس پر:

فقہاء کرام کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ قیاس واجتہاد بھی اجماع کی اصل بن سکتے ہیں یا نہیں؟ اس سلسلے میں تین اقوال ملتے ہیں؛ لیکن دلیل کے اعتبار سے وزنی وہ بات معلوم ہوتی ہے جو علامہ آمدی نے بیان کیا ہے، وہ لکھتے ہیں کہ اجتہاد وقیاس کو بھی اجماع کی اصل قرار دیا جاسکتا ہے اور اس کی کئی مثالیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگی سے ملتی ہیں، مثلاً صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت

پر اتفاق کرنا یہ محض اجتہاد اور رائے کی وجہ سے تھا حتیٰ کہ بعض صحابہ کرام نے یہ الفاظ تک کہے: [رضیه رسول الله لدیننا افلا نرضاه لدنیانا]۔ ترجمہ: اور بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے یہ جملہ کہا [ان تولوها ابابکر تجدوه قویاً فی امر الله ضعیفاً فی بدنه] (الاحکام آمدی:1/280)

اسی طرح مانعین زکوٰۃ سے قتال کرنے پر ان حضرات کا اجماع ہوا وہ بھی قیاس ورائے کی بناء پر تھا، خنزیر کی چربی کی حرمت پر اجماع اس کے گوشت پر قیاس کے ذریعہ کیا گیا تھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں شراب پینے والے کی حد اسی (۸۰) کوڑے بالا جماع مقرر کی گئی یہ بھی اجتہاد کی روشنی میں تھا چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا تھا کہ اس پر حد قذف جاری کرنی چاہیے کیونکہ شرب خمر کے بعد عام طور پر تہمت زنی کی باتیں سرزد ہوتی ہیں، حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اس پر حد جاری کرنی چاہیے اور اقل حد اسی کوڑے ہیں، ان کے علاوہ جنایت کا تاوان قریبی رشتہ داروں کا نفقہ اور ائمہ وقضاۃ کی عدالت کے متعلق جو اجماع دورِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں کیا گیا یہ سب بطریق اجتہاد وقیاس تھا لہٰذا اجتہاد اور قیاس کو بنیاد بنا کر جو اجماع کیا جاتا ہے وہ بھی شرعاً قابل حجت ہے اور اس کی اتباع ضروری ہے۔

(1) الاحکام آمدی:1/280 (2) اصول الفقہ اسعدی: ص166 (3) نفائس الاصول:6/2874

اہل الرائے (علماء فقہ) اور اہل الحدیث (علماء حدیث) میں فرق:

بعض حدیث کے حافظ فقیہ (سمجھ رکھنے والے) نہیں ہوتے اور بعض محدث فقیہ (سمجھ رکھنے والے) ہوتے ہیں لیکن ان سے سننے والے زیادہ فقیہ ہوتے ہیں:

الحدیث: [أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ هُوَ ابْنُ إِسْحَاقَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: قَامَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم بِالْخَيْفِ مِنْ مِنًى فَقَالَ: نَضَّرَ اللَّهُ عَبْداً سَمِعَ مَقَالَتِي فَوَعَاهَا ثُمَّ أَدَّاهَا إِلَى مَنْ لَمْ يَسْمَعْهَا فَرُبَّ حَامِلِ فِقْهٍ لاَ فِقْهَ لَهُ، وَرُبَّ حَامِلِ فِقْهٍ إِلَى مَنْ هُوَ أَفْقَهُ مِنْهُ. ثَلاَثٌ لاَ يُغِلُّ عَلَيْهِنَّ قَلْبُ الْمُؤْمِنِ: إِخْلاَصُ الْعَمَلِ لِلَّهِ، وَطَاعَةُ ذَوِي الأَمْرِ، وَلُزُومُ الْجَمَاعَةِ فَإِنَّ دَعْوَتَهُمْ تَكُونُ مِنْ وَرَائِهِمْ]

ترجمہ: محمد بن جبیر بن مطعم اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم منی میں خیف کے مقام پر کھڑے ہوئے اور ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ اس شخص کو خوش رکھے گا جو ہماری بات (حدیث) سن کر اسے محفوظ (یاد) کرلے اور اسے پھر دوسرے اس شخص تک پہنچا دے جس نے اسے براہ راست نہیں سنا

کیونکہ بہت سے فقہ (علمِ حدیث) کے محافظ حقیقتاً فقیہ (علمِ حدیث کی فقہ رکھنے والے) نہیں ہوتے اور بہت سے فقیہ (علمِ حدیث کی فقہ رکھنے والے) تو ہیں لیکن جن کی طرف (یہ فقہ) منتقل کر رہے ہیں وہ ان سے زیادہ فقیہ ہیں....تین باتوں میں مسلمان کا دل دھوکا نہیں دیتا ایک عمل کا اللہ تعالیٰ کے لیے خاص ہونا، دوسرا حاکم وقت کی پیروی کرنا اور تیسرا مسلمانوں کی جماعت کے ساتھ رہنا چونکہ انکی غیر موجوگی میں انکی دعا موجود لوگوں کے لیے بھی ہوتی ہے۔

(1)سنن دارمی:1/259رقم 234 إسنادہ حسن　(2)سنن ابن ماجہ:1/157رقم 231 تبلیغ علم کے فضائل

(3)مسند احمد:4/80رقم 16859　(4)اخبار مکہ للفاکہی::4/269رقم 2604

(5)سنن ابوداؤد:3/360رقم 3662　(6)جامع ترمذی:5/33رقم 2656

اس حدیث کے ان صحابہ سے شواہد ملتے ہیں:

(1) حضرت جبیر بن مطعم، حضرت زید بن ثابت، حضرت جابر بن عبد اللہ، حضرت عبد اللہ بن مسعود، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت سعد بن مالک، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت نعمان بن بشیر، حضرت ربیعہ بن عثمان، حضرت معاذ بن جبل، حضرت عبداللہ بن عمرو، حضرت ابو ہریرہ عبدالرحمن بن صخر رضی اللہ عنہم۔

مشہور ثقہ محدث علی بن خشرم کا بیان ہے کہ:

[کنا فی مجلس سفیان بن عیینة فقال: یا اصحاب الحدیث تعلموا فقه الحدیث لا یقهرکم اصحاب الرأی، ما قال ابو حنیفة شیئاً الا ونحن نروی فیه حدیثا او حدیثین] یعنی ہم سفیان بن عیینہ کی مجلس میں تھے تو انھوں نے کہا اے حدیث سے اشتغال رکھنے والو، حدیث میں تفقہ حاصل کرو ایسا نہ ہو کہ تم پر اصحاب فقہ غالب ہو جائیں، امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ علیہ نے کوئی بات ایسی نہیں بیان کی ہے کہ ہم اس سے متعلق ایک، دو حدیثیں روایت نہ کرتے ہوں۔

(معرفة علوم الحدیث للحاکم، ص 66)

(تشریح): امام سفیان بن عیینہ نے اپنے اس ارشاد میں حاضرین مجلس کو دو باتوں کی طرف متوجہ کیا ہے ایک یہ کہ وہ الفاظ حدیث کی تحصیل و تصحیح کے ساتھ حدیث کے معنی وفقہ کے حاصل کرنے کی بھی سعی کریں دوسرے امام صاحب کی اصابت رائے اور بصیرت فقہ کی تعریف میں فرمایا کہ ان کی رائے وفقہ حدیث کے مطابق ہے کیوں کہ وہ جو کچھ بھی کہتے ہیں اس کی تائید وتوثیق کسی نہ کسی حدیث سے ہو جاتی ہے۔اس

کمالِ اصابت رائے اور بے نظیر فقہی بصیرت کے باوصف تواضع وبے نفسی اور وسعت نظری وکشادہ ذہنی کا یہ عالم تھا کہ برملا فرماتے تھے)

امام عبداللہ بن وہب خود کہتے ہیں کہ: [لولا مالك والليث لضللت] اگر مالک اور لیث نہ ہوتے تو میں گمراہ ہو جاتا۔اور ایک دوسرے مقام پر اس کی وضاحت یوں کی ہے کہ: احادیث کی کثرت نے مجھے حیرت میں ڈال دیا تھا اور میں پریشان ہو گیا تھا امام مالک نے میری رہنمائی کی کہ فلاں حدیث قابل اخذ ہے اور فلاں قابل ترک ہے یہ معمول بہا ہے وہ غیر معمول بہا ہے۔[لولا ان الله انقذنی بمالك والليث للضللت، فقيل له كيف ذالك؟ قال: اكثرت من الحديث فحيرني، فكنت اعرض ذالك على مالك والليث، فيقولان لي: خذ هٰذا ودع هٰذا] اگر مجھے امام مالک اور امام لیث بن سعد کی جانب سے رہنمائی نہ ملتی تو میں گمراہ ہو جاتا پوچھا گیا وہ کیسے؟ تو فرمایا میں نے حدیث کی خوب تحصیل کی جس کے بعد متضاد حدیثوں کی وجہ سے میں حیرت میں پڑ گیا پھر میں ان حدیثوں کو امام مالک اور لیث بن سعد کے سامنے پیش کرتا اور وہ مجھے بتاتے کہ اس پر عمل کیا جائے گا اور یہ حدیث متروک اور نا قابل عمل ہے۔

(ترتیب المدارک:3/231-236)

اور یہی چیز حضرت ابونعیم فضل بن دکین کو بھی پیش آئی کہ وہ احادیث کی روایت تو کرتے تھے لیکن ان میں سے کون سی قابل اخذ وعمل ہے اور کون سی قابل ترک ہے اس سے لاعلم تھے اور اس باب میں ان کی رہنمائی امام ابوزفر بن الھذیل فرماتے تھے۔

[قال ابونعيم الملائی الفضل بن دكين كنت امر على زفر فيقول لی :تعال حتى اغربل لك ماسمعت ,وكنت اعرض عليه الحديث فيقول :هٰذا ناسخ ,هٰذا منسوخ ,هٰذا يوخذ به ,هٰذا يرفض]　(تاریخ الاسلام للذہبی:6/178)

محدثین کرام میں حفظ حدیث کا رواج زیادہ رہا ہے اور احادیث سے مسائل کا استنباط واخراج کم رہا ہے اس کا اعتراف امام احمد بن حنبل نے بھی کیا ہے چنانچہ ان سے جب مشہور محدث عبدالرزاق بن ہمام کے بارے میں پوچھا گیا کہ کیا وہ فقیہ بھی تھے تو فرمایا کہ اہل حدیث میں فقاہت بہت کم ہوتی ہے۔

[قال محمد بن يزيد المستملی رحمه الله تعالى: سألت أحمد عن عبد الرزاق كان

له فقه؟ فقال: ما أقل الفقه في أصحاب الحديث] (طبقات الحنابلہ لابن أبی یعلی: 1/328)

امام ترمذی رحمہ اللہ کسی حدیث کے مطلب کو اس وقت تک بیان نہیں فرماتے جب تک اس پر فقہاء کرام کے سمجھنے سمجھانے اور عملی فیصلہ کی مہر نہیں لگ جاتی، چنانچہ ایک مقام پر آپ نے فرمایا:

[و كذلك قال الفقهاء وهو أعلم بمعاني الحديث] یعنی فقہاء کرام نے یہی فرمایا ہے اور وہ حدیث کے معانی کو سب سے زیادہ سمجھتے ہیں۔ (جامع ترمذی: 1/ 193)

خطیب بغدادی صاف اور صریح الفاظ میں بغیر کسی لگی لپٹی کے کہتے ہیں کہ کتب حدیث کے جمع کرنے یا اس کی روایت کرنے سے کوئی فقیہہ نہیں بن جاتا بلکہ اس کیلئے احادیث کے معنی ومراد میں غور وفکر کرنا ضروری ہوتا ہے۔

[وليعلم ان الاكثار من كتب الحديث وروايته لايصير بها الرجل فقيها،انما يتفقه باستنباط معانيه وانعام التفكر فيه] (شرف اصحاب الحدیث ونصیحۃ اھل الحدیث: ص 252)

امام ابن جوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

[و كل من لم يخالط الفقهاء وجهد مع المحدثين تأذى وساء فهمه.] اور جو شخص بھی فقہاء سے نہیں ملا بلکہ صرف محدثین کے ساتھ محنت کرتا رہا، وہ نقصان اٹھائے گا اور اس کا فہم خراب ہو جائے گا۔

(صید الخاطر لابن جوزی: ص 82)

محدث جلیل امام اعمش رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے وقت کے محدث وفقیہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے کہا تھا [نَحْنُ الصَّيَادِلَةُ وَأَنْتُمُ الأَطِبَّاءُ.] ترجمہ: آپ طبیب ہیں اور ہم لوگ عطار ہیں۔

(جامع بیان العلم وفضلہ لابن عبد البر: 2/131)

یعنی ہمارا (محدث کا) کام عطار کا ہے، جڑی بوٹی لانا، پتوں پودوں کو جمع کرنا، اور انہیں مرتبان میں رکھ کر دکان سجانا ہمارا کام یہ نہیں کہ ہم یہ بتائیں کہ بخار میں کونسا جوشاندہ استعمال کیا جاتا ہے، ہمارا کام تو یہ ہے کہ ہم دوائیں اکٹھا کر دیں اس کے بعد آپ ڈاکٹر وحکیم (فقہاء) سے نسخہ لائیں، ہم اس نسخہ کے مطابق آپ کو دوا دیں گے یعنی فقیہ جب کوئی مسئلہ بتائے گا تو اس مسئلے کے مستدلات آپ کے سامنے پیش کر سکتے ہیں، اجتہاد و گہرائی وگیرائی ہمارے بس کی بات نہیں، فقہاء ومحدثین میں یہ فرق ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ حق واضح ہو جانے کے بعد اس کو قبول کرنے کی توفیق عطاء فرمائے آمین۔

انجینئر محمد علی مرزا کے مضمون ''اندھا دھند پیروی کا انجام'' میں موجود شبہات کا ازالہ بنام

تشریحات فیصل (حصہ اول)

تحقیق وتحریر: فیصل خان رضوی

قارئین کرام! کچھ عرصہ قبل موبائل کے ذریعے ایک میسج موصول ہوا کہ جہلم کے ایک انجینئر صاحب نے چند مضامین ریسرچ پیپر کے نام سے لکھے ہیں۔ اور ساتھ یہ بھی دعویٰ کیا کہ ان کے مضمون کا جواب آج تک کوئی اکابر واصاغر عالم ومناظر نہیں دے سکا۔ جب میں نے ان تمام مضامین کو بذات خود عمیق نظر سے پڑھا تو یہ حقیقت آشکارا ہوئی کہ انجینئر صاحب کے دلائل وہی ہیں جو غیر مقلدین حضرات کے یہاں پائے جاتے ہیں۔ ایک صاحب نے کچھ دن قبل پھر ایک میسج بھیجا کہ مرزا صاحب کا دعویٰ ہے کہ کوئی ان کے مضمون کا جواب لکھ کر بتائے۔ میں نے ان صاحب سے پوچھا کہ کون سے مضمون کو وہ سب سے زیادہ اہم خیال کرتے ہیں تو انہوں نے بتایا کہ انھیں اپنے ریسرچ پیپر نمبر: 2۔ بی پر بڑا ناز ہے۔ میں نے جب اس مضمون کو پڑھا تو حیرانگی ہوئی کہ انجینئر صاحب نے حقیقت سے انحراف کرتے ہوئے تصویر کا ایک رخ پیش کرنے کی سعی لاحاصل کی ہے۔ راقم السطور انجینئر صاحب کی تحریر کے جواب میں احادیث صحیحہ وحسنہ سے اپنے موقف پر حقائق پیش کرے گا۔

زیر نظر تحریر میں موصوف نے (۱۹) اعتراضات اٹھائے ہیں، جن میں (۸) مسلک اہل سنت و جماعت (حنفی بریلوی) سے متعلق تھے۔ لہٰذا ان اعتراضات کے جوابات قارئین کرام کی خدمت میں پیش کیے جاتے ہیں۔ مرزا صاحب کا انداز تحریر کچھ اس طرح ہے کہ وہ:

پہلے علماء (اہل سنت) کی تحریر پیش کرتے ہیں اور پھر اس کی مخالفت پر قرآن یا حدیث کی دلیل لاتے ہیں۔

میرے اس مضمون کا اسلوب کچھ یوں ہوگا کہ پہلے مرزا صاحب کا مکمل اعتراض نقل کیا جائے گا اور پھر اس کا جواب بعنوان ''الوہاب'' کے عنوان سے دیا جائے گا۔

مرزا صاحب کے اعتراضات پر کلام سے قبل چند معروضات عوام الناس کی خدمت میں پیش کی جاتی ہیں۔ اور خاص طور پر ان لوگوں کے لئے جو یہ سمجھتے ہیں کہ قرآن کو ہر شخص سمجھ سکتا ہے اور اس کا اردو ترجمہ پڑھ کر ہم احکام دین وشریعت کو سمجھ سکتے ہیں۔

۱۔ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: بغیر علم کے قرآن مجید کی تفسیر بیان کرنا اور سکے معنیٰ کلام کرنا ہر اس شخص پر حرام

ہے جو اسکا اہل نہ ہو۔اس بارے میں بکثرت احادیث وارد ہیں اور اس پر اجماع قائم ہے۔

(التبیان فی آداب حملۃ القرآن ص ۱۶۵)

۲۔حضرت معاذ بن جبل ؓ نے فرمایا:

إِنَّ مِنْ وَرَائِكُمْ فِتَنًا يَكْثُرُ فِيهَا الْمَالُ وَيُفْتَحُ فِيهَا الْقُرْآنُ حَتَّى يَأْخُذَهُ الْمُؤْمِنُ وَالْمُنَافِقُ وَالرَّجُلُ وَالْمَرْأَةُ وَالصَّغِيرُ وَالْكَبِيرُ وَالْعَبْدُ وَالْحُرُّ فَيُوشِكُ قَائِلٌ أَنْ يَقُولَ مَا لِلنَّاسِ لاَ يَتَّبِعُونِي وَقَدْ قَرَأْتُ الْقُرْآنَ۔[سنن ابی داود، رقم الحدیث:۴۶۱۱]

ترجمہ: تمہارے بعد فتنے ہونگے، ان فتنوں میں مال کی کثرت ہوگی اور قرآن کھولا جائے گا حتی کہ اسے مومن اور منافق، مرد اور عورت، چھوٹا اور بڑا، غلام اور آزاد سبھی پڑھیں گے۔پس عنقریب کہنے والا کہے گا کہ لوگوں کو کیا ہوگیا کہ وہ میری پیروی نہیں کرتے حالانکہ میں قرآن پڑھتا ہوں۔

اس حدیث کو پڑھ کر نتیجہ اخذ کرنا قارئین کے لئے آسان ہوگا۔اور کچھ یہ ہی حال جناب مرزا صاحب کا ہے کہ لوگوں کو قرآن کا نام لے کر گمراہ کر رہے ہیں۔

ابن العربی المالکی لکھتے ہیں: اور کبھی بعض لوگ بلا علم خود کو عالم گرداننے لگتے ہیں (جیسا کہ مرزا صاحب) اور یہی وہ مقام ہے جہاں پہنچ کر ایسا غیر عالم شخص تاویلاتِ فاسدہ کے ذریعے اپنی خطا (غلطی) کو لوگوں پر مسلط کرتا ہے۔[عارضۃ الاحوذی ج۶ ص ۶۸]

یہی بات انجینئر صاحب میں نظر آتی ہے کہ وہ اپنی زبان میں ترجمہ قرآن پڑھ کر اپنی سمجھ کے مطابق آیات قرآنی کے مطالب معین کرتے ہیں اور انہیں تقریر اور تحریر کے ذریعے عوام الناس میں پھیلا رہے ہیں جس کے نتیجے میں ایک نیا فرقہ معرض وجود میں آنے کا اندیشہ ہے۔مرزا صاحب کہتے ہیں کہ ان کی تحریک مسلکی تعصب سے پاک ہے مگر موصوف بزعم خویش لوگوں کو قرآن کی دعوت دیتے ہیں اور خوارج کی طرح ''ان الحکم الا اللہ''، یعنی حکم صرف اللہ کا۔کا نعرہ لگا کر لوگوں کو نام نہاد توحید کی دعوت دینے میں مصروف عمل ہیں۔جو شخص ان کی دعوت کو قبول کرے وہ تو موحد ہے باقی لوگ مشرک، گمراہ یا مخالف قرآن۔

۳۔مرزا صاحب نے اہل سنت کے ردّ میں وہ آیات بھی نقل کیں جو کفار اور مشرکین کی مذمت میں نازل ہوئیں۔اور مرزا صاحب نے اس کو اہل سنت و جماعت پر چسپاں کیا۔اللہ تعالی اجل جل جلالہ ایسے شیطانی نظریات سے محفوظ فرمائے۔اس ضمن میں صحابی رسول ﷺ حضرت عبداللہ بن عمر ؓ کا قول ملاحظہ فرمائیں:

قَالَ أَبُو جَعْفَر الطَّبَرِيّ فِي كتاب تَهْذِيب الْآثَار لَهُ ثَنَا يُونُس ثَنَا ابْن وهب أَخْبرنِي عَمْرو بْنُ

الْحَارِث أَنَّ بكيرا حَدثهُ أَنه سَأَلَ نَافِعًا كَيفَ كَانَ رَأْي ابْن عمر فِي الحرورية قَالَ يراهم شرار خلق الله انْطَلقُوا إِلَى آيَات فِي الْكفَّار فجعلوها فِي الْمُؤمنِينَ وَهَكَذَا ذكر ابْن عبد الْبر فِي الاستذكار أَن ابْن وهب رَوَاهُ فِي جَامعه وَبَين أَن بكيرا هُوَ ابْن عبد الله بن الْأَشَج وَإِسْنَاده صَحِيح۔[تغليق التعليق على صحيح البخاري جلد ۵ ص ۲۵۹]

ترجمہ: یعنی حضرت عبداللہ بن عمر ؓ خوارج کو اللہ تعالیٰ کی ساری مخلوق سے بدتر سمجھتے تھے اور فرمایا کہ وہ ان آیات کو جو کفار کے حق میں نازل ہوئیں ان کو مومنین پر منطبق کرنے لگ گئے [اور انہیں کافر و مشرک کہا] اس روایت کی سند کو حافظ ابن حجر ؒ نے اپنی کتاب تغلیق التعلیق ص 259 جلد 5 پر صحیح کہا ہے۔اب انجینئر مرزا علی صاحب کی وہ تحریر ملاحظہ فرمائیں جس میں انھوں نے مشرکین کے بارے میں آیت کو مسلمانوں پر چسپاں کرنے کی کوشش کی۔

شبہات مرزا

موصوف لکھتے ہیں: اللہ نے یہودیوں اور عیسائیوں کی گمراہی و بربادی کی سب سے بڑی وجہ کا ذکر یوں فرمایا ہے:

اتَّخَذُوا أَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ أَرْبَابًا مِّن دُونِ اللَّهِ۔(التوبہ:31)

ترجمہ آیت مبارک: ان (یہودی اور عیسائی) لوگوں نے اللہ کو چھوڑ کر اپنے درویش لوگوں اور علماء کو اپنا رب بنا لیا ہے۔[وحی چھوڑ کر اپنے بزرگوں کی مانتے ہیں۔]

(اندھا دھند پیروی کا انجام ص:1، عنوان: یہود و نصاریٰ کی گمراہی کی بڑی وجہ)

الجواب بعنوان الوھاب:

جناب مرزا علی صاحب نے اس مقام پر آیت مبارکہ کو پورا نقل نہ کر کے خود یہودیوں والا طریقہ اختیار کیا ہے۔حالانکہ اس آیت کا اگلا حصہ کچھ یوں ہے۔

وَالْمَسِيحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا إِلَٰهًا وَاحِدًا لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ سُبْحَانَهُ عَمَّا يُشْرِكُونَ۔اور مسیح بن مریم کو، حالانکہ ان کو حکم یہی ہوا تھا کہ بندگی کریں ایک خدا ایک الہٰ کی۔کوئی اس کے سوا ''الہ'' نہیں وہ پاک ہے اس جو وہ شریک ٹھہراتے ہیں۔جناب مرزا صاحب نے جو بریکٹ میں [وحی چھوڑ کر اپنے بزرگوں کی مانتے ہیں] یہ ان کی تحریف قرآن ہے۔کیونکہ اگر اس آیت سے مرزا صاحب یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ درویش لوگوں اور علماء کے اقوال کو بالمقابل وحی کے ماننا کفر ہے تو پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بات کو ماننا کیسے

شرک اور کفر ہوا۔مزید یہ کہ اس آیت میں آگے ان کی گمراہی کی وجہ بیان کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے انھیں حکم ہوا تھا کہ وہ ایک خدا کو مانیں۔مگر مشرکین اور یہود و نصاری نے ان درویشوں اور علماء اور حضرت عیسیٰ ابن مریم کو خدا بنا لیا تھا۔ان ہستیوں کو خدا ماننے کیوجہ سے یہ لوگ گمراہ ہوءے نہ کہ مطلقاً ان کی باتوں کو ماننے کی وجہ سے گمراہ ہوئے۔مرزا صاحب کو یہ بھی معلوم نہیں کہ پیغمبر خدا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بات ماننا تو عین اسلام تھا۔مگر مرزا صاحب کی باطل تاویل کی وجہ سے تو پیغمبر خدا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بات ماننا بھی گمراہی ٹھہری۔اللہ تعالیٰ ایسی سمجھ اور تاویلات فاسدہ سے محفوظ فرمائے۔مزید یہ کہ آج تک کسی مسلمان کو یہ ہمت نہیں ہوئی کہ اللہ کے حکم کو چھوڑ کر کسی بھی بڑے سے بڑے عالم کی بات کو حجت سمجھتا ہو۔یہ مرزا صاحب کی دجل و کذب بیانی ہے۔

''بادشمالی'' (شمالی ہوا) کا تحقیقی جائزہ

انجینئر صاحب اعتراض کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

علماء کا نظریہ: جب مجمع ہوا کفار کا مدینہ پر کہ اسلام کا قلع قمع کردیں یہ 'غزوہ احزاب کا واقعہ ہے رب عزوجل نے مدد فرمانی چاہی اپنے حبیب کی تو شمالی ہوا کو حکم ہوا جا اور کافروں کو نیست و نابود کردے۔اُس نے کہا 'بیبیاں رات کو باہر نہیں نکلتیں تو اللہ تعالی نے اس کو بانجھ کردیا اسی وجہ سے شمالی ہوا سے کبھی پانی نہیں برستا پھر صبا سے فرمایا تو اس نے عرض کیا ہم نے سنا اور اطاعت کی وہ گئی اور کفار کو برباد کرنا شروع کیا۔[بریلوی: مولانا احمد رضا خان صاحب ملفوظات حصہ چہارم ص ۳۷۷ بک کارنر جہلم]

وحی کا نظریہ: **إِنَّمَا أَمْرُهُ إِذَا أَرَادَ شَيْئًا أَنْ يَقُولَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ۔ سورة يس: آية 82**) ترجمہ: اس اللہ کا حکم تو ایسا نافذ ہے کہ جب کبھی کسی چیز کا اراداہ کرتا ہے تو اسے اتنا فرما دینا کافی ہے کہ ہوجا، تو وہ اسی وقت ہوجاتی ہے۔ (اندھا دھند پیروی کا انجام ص:1 رقم:2)

الجواب بعنوان الوهاب: مذکورہ واقعہ کو مشہور محدث ''صاحبِ مسند بزار'' شیخ ابوبکر احمد ابن عمرو بن عبد الخالق (المتوفی ۲۹۲ھ) نے اپنی مسند میں نقل فرمایا ہے۔جیسا کہ علامہ محمد بن عبد الباقی زرقانی مالکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''**روی ابن مردویه والبزار وغیر هما برجال الصحیح عن ابن عباس قال لما کانت**

لیلة الاحزاب قال الصبا للشمال اذهبی بنا ننصر رسول الله ا فقالت ان الحرائر لاتهب باللیل فغضب الله علیها فجعلها عقیما وارسل الصبا فاطفات نیرانهم وقطعت الحنابهم فقال انصرت بالصباء واهلکت عاد بالدبور۔

(زرقانی شرح مواہب صفحہ نمبر ۱۲۱، ۱۲۲ مطبوعہ مصر، از علامہ محمد عبد الباقی زرقانی علیہ الرحمۃ)

اس کے علاوہ اس واقعہ کو ''صاحب سیرۃ حلبیہ'' اور ''صاحب مدارج النبوۃ'' نے بھی نقل فرمایا ہے:

و عن ابن عباس رضی الله عنهما قالت الصبا للشمال: اذهبی بنا ننصر رسول الله فقالت: ان الحرائر لاتهب باللیل، فغضب الله علیها فجعلها عقیما، ویقال لها الدبور، فکان نصره ا بالصباء وکان اهلاک عاد بالدبور، وهی الریح الغربیة۔

(السیرۃ الحلبیہ صفحہ نمبر ۶۵۴، جلد ۲، مطبوعہ بیروت از علامہ علی بن برہان الدین حلبی متوفی ۱۰۴۴ھ)

☆ ابن مردویہ اپنی تفسیر میں حضرت ابن عباس سے ایک عجیب نکتہ بیان کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ عذاب والی رات بادصباء نے بادِشمال سے کہا آؤ ہم دونوں رسول خدا (ا) کی مدد کریں بادِشمال نے جواب میں بادِصبا سے کہا ''**ان الحرة لاتسیر باللیل حره**'' یعنی اصیل و آزاد عورت رات کو نہیں چلا کرتی۔بادصباء نے کہا حق تعالیٰ تجھ پر غضب کرے۔اور اسے عقیم یعنی بانجھ بنا دیا۔تو جس ہوا نے اس رات رسول اللہ کی مدد کی وہ بادِصبا تھی۔اسی لئے حضور نے فرمایا میری مدد بادِصبا سے کی گئی اور قوم عاد بور یعنی بادشمال سے ہلاک کی گئی۔(مدارج النبوۃ جلد ۲ صفحہ نمبر ۱۰۳ مطبوعہ کراچی از شیخ عبد الحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ)

یہی واقعہ مختلف الفاظ کے ساتھ معتبر کتب تفاسیر میں بھی موجود ہے۔

☆ تفسیر القرآن العظیم از حافظ عماد الدین ابو الفداء اسماعیل بن کثیر القرشی الدمشقی متوفی ۷۷۴ھ جلد ۳ صفحہ نمبر ۴۷۰ مطبوعہ لاہور، پاکستان

عن عکرمه قال: قالت الجنوب للشمال لیلة الاحزاب انطلقی ننصر رسول الله فقالت الشمال ان الحرة لاتسری باللیل قال فکانت الریح التی ارسلت علهیم الصبا۔

☆ جامع البیان فی تفسیر القرآن از ابی جعفر محمد بن جریر طبری المتوفی ۳۱۰ھ جلد ۱۱ صفحہ نمبر ۱۵۳ مطبوعہ بیروت ،لبنان ۱۹۹۵ء۔

’’حدثنا محمد بن المثنی قال ثنا عبدالاعلی قال ثنا داؤد عن عکرمہ قال قالت الجنوب للشمال لیلۃ الاحزاب انطلقی ننصر رسول اللہ ا فقالت الشمال ان الحرۃ لاتسری باللیل قال فکانت الریح التی ارسلت علیھم الصبا‘‘۔

☆ الجامع لاحکام القرآن از محمد بن احمد الانصاری القرطبی المتوفی ۶۶۸ھ صفحہ نمبر ۱۴۳ جز ۱۴ مطبوعہ بیروت۔

’’قال عکرمۃ: قالت الجنوب للشمال لیلۃ الاحزاب : انطلقی نصرۃ النبی ا، فقالت الشمال : ان محوۃ لاتسری بلیل، فکانت الریح التی ارسلت علیھم الصبا‘‘۔

یہی واقعہ مختلف الفاظ کے ساتھ معتبر کتب احادیث میں اسانید صحیحہ کے ساتھ بھی موجود ہے۔

عن عكرمةَ قالَ: لمَّا كانت ليلةُ الأحزابِ قالت الجنوبُ للشمالِ: انطلقی بنا نمدُّ رسولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم، فقالَت الشمالُ: إنَّ الحُرةَ لا تَسری بالليلِ، فكانَت الريحُ التی أُرسِلت عليهم الصَّبا-(عيون الاخبار (1/211 حدثنی زياد بن يحيى)، (المجالسة(۱۱۴۰)

حدثنا زيد بن إسماعيل: حدثنا أبی، كلاهما (زياد بن يحيى وإسماعيل) عن بشر بن المفضل، عن داود بن أبی هند، عن عكرمة..

(الايماء إلى زوائد الأمالی والاجزاء:۷۱۶۰)

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ:أَتَتِ الصَّبَا الشَّمَالُ لَيْلَةَ الْأَحْزَابِ، فَقَالَ: مُرِّی حَتَّى نَنْصُرَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - فَقَالَتِ الشَّمَالُ: إِنَّ الْحُرَّةَ لَا تَسْرِی بِاللَّيْلِ، فَكَانَتِ الرِّيحُ الَّتِی نُصِرَ بِهَا رَسُولُ اللَّهِ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - الصَّبَا. رَوَاهُ الْبَزَّارُ، وَرِجَالُهُ رِجَالُ الصَّحِيحِ.

[مجمع الزوائد ومنبع الفوائد: ۱۰۱۵۱۸]

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سَعِيدٍ، ثنا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ، عَنْ دَاوُدَ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: أَتَتِ الصَّبَا الشَّمَالَ لَيْلَةَ الْأَحْزَابِ، فَقَالَتْ: مُرِّی حَتَّى نَنْصُرَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَتِ الشَّمَالُ: إِنَّ الْحُرَّةَ لا تَسْرِی بِاللَّيْلِ، وَكَانَتِ الرِّيحُ الَّتِی نُصِرَ بِهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصَّبَا. [كشف الاستار عن زوائد البزار:۱۸۱۱]

حَدَّثَنَا أَحْمَدُ، نَا زَيْدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، نَا أَبِی، عَنْ بِشْرِ بْنِ الْمُفَضَّلِ، عَنْ دَاوُدَ بْنِ أَبِی هِنْدَ، عَنْ

عِكْرِمَةَ، قَالَ لَمَّا كَانَتْ لَيْلَةُ الأَحْزَابِ قَالَتِ الْجَنُوبُ لِلشَّمَالِ: انْطَلِقِی بِنَا نمد رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَقَالَتِ الشَّمَالُ: إِنَّ الْحَرَّةَ لا تَسْرِی بِاللَّيْلِ. فَكَانَتِ الرِّيحُ الَّتِی أُرْسِلَتْ عَلَيْهِمُ الصَّبَا [المجالسة وجواهر العلم: ۱۱۴۰]

اگر مذکورہ واقعہ نقل کرنے کی بنا پر فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ (نعوذ باللہ) گمراہ و بے دین ہیں تو مندرجہ ذیل علمائے سلف وخلف جنہوں نے اس واقعہ کو روایت اور نقل کیا ہے۔ جناب ان کے متعلق کیا حکم صادر فرمائیں گے۔

☆ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ (م ۶۸ھ) ☆ حضرت ابوعبداللہ عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۶ھ)۔

☆ حضرت ابوبکر بن موسیٰ بن مردویہ رحمۃ اللہ علیہ (م ۴۱۶ھ)

☆ حضرت ابوبکر احمد بن عمرو بن عبدالخالق رحمۃ اللہ علیہ صاحبِ مسند بزار (م ۲۹۲ھ)

☆ حضرت علامہ علی بن برہان الدین رحمۃ اللہ علیہ صاحبِ سیرۃ حلبیہ (م ۱۰۴۴ھ)

☆ حضرت علامہ محمد بن عبدالباقی زرقانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۲۴ھ)

☆ حضرت شیخ عبدالحق محدثِ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۵۲ھ)

☆ حضرت علامہ ابن کثیر قرشی دمشقی رحمۃ اللہ علیہ (م ۷۷۴ھ)

☆ حضرت علامہ ابن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ (م ۳۱۰ھ)

☆ حضرت علامہ محمد بن احمد قرطبی رحمۃ اللہ علیہ (م ۶۶۸ھ)

☆ ابن جوزی ☆ علامہ ہیثمی ☆ امام بزار ☆ امام الدینوری (رحمۃ اللہ علیہم)

تشریح: ’’فارسلنا علیھم ریحاً وجنودا لم تروھا‘‘۔ (سورۃ الاحزاب آیت نمبر ۹)

ترجمہ: ’’تو ہم نے ان پر آندھی اور لشکر بھیجے جو تمہیں نظر نہ آئے‘‘۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے کافروں پر ہوا بھیجی۔ اور حدیث میں ہے کہ پروائی نے شمال سے کہا۔ چلو رسول خدا کی مدد کریں ان دونوں میں تطبیق کی یہی صورت ہے کہ حکم ربانی شمالی کو بھی ہوا مگر بذریعہ بادصبا یعنی اللہ تعالیٰ نے بادصبا کو حکم دیا کہ تم اور شمالی دونوں جاؤ اور میرے حبیب کی مدد کرو۔ شمالی نے سرتابی کی، موردِ غضب ہوکر سزایاب ہوئی۔ اگر یہ فرض کیا جائے کہ بادشمالی کو حکم ربانی نہیں ہوا تو اسے موردِ غضب ٹھہرانے اور سزا دینے کی وجہ کیا تھی۔

توضیح مزید کیلئے یوں کہہ لیجئے۔ یہاں تین احتمالات ہیں:

اوّل: حکم ربانی دونوں میں کسی کو نہیں تھا۔ بادِصبا اپنی خوشی سے گئی تھی تو ''**فارسلنا علیھم ریحاً**'' فرمانا غلط ہوا۔

دوم: حکم ربانی صرف پروائی کو تھا اس نے اپنی طرف سے شمالی سے کہا تو شمالی پر غضب اور اس کو سزا بے قصور ہوئی اور یہ ظلم ہوا۔

سوم: حکم دونوں کو تھا ایک کو براہِ راست دوسرے کو بذریعہ صبا، بادِصبا نے تعمیل حکم کی اور سرخرو ہوئی۔ شمالی نے نافرمانی کی سزا یاب ہوئی۔ یہی ہمارا مدعا۔ اسی واقعہ کو فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ نے ملفوظات حصہ چہارم میں بیان فرمایا ہے۔ (تحقیقات، صفحہ نمبر ۱۳۷، ۱۳۸ مطبوعہ انڈیا از مولانا مفتی محمد شریف الحق امجدی)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے۔ ''**فغضب اللہ علیھا فجعلھا عقیماً**''، یعنی اللہ تعالیٰ نے باد شمالی کو بانجھ کر دیا۔ بانجھ کرنے کا مطلب یہی ہے کہ اس سے پانی نہیں برستا۔ (سیرۃ حلبیہ صفحہ نمبر ۶۵۴، جلد ۲)

☆ علامہ محمد احمد الانصاری القرطبی المتوفی ۶۶۸ھ فرماتے ہیں:

قال عکرمة: قالت الجنوب للشمال لیلة الاحزاب: انطلقی لنصرة النبی، فقالت الشمال: ان محوة لاتسری بلیل، فکانت الریح التی ارسلت علیھم الصبا۔

(الجامع لاحکام القرآن صفحہ نمبر ۱۴۳ جز ۱۴ مطبوعہ بیروت)

حضرت عکرمہ نے فرمایا (جنگ) احزاب کی رات میں باد جنوب نے باد شمال سے کہا۔ کہ حضور کی مدد کیلئے چلو۔ بادِشمال نے جواب دیا کہ کنواری عورت رات کو نہیں چلتی۔ جو ہوا (حضور ﷺ کی مدد کیلئے) بھیجی گئی وہ بادِصبا تھی۔

حاشیہ تفسیر الجامع لاحکام القرآن میں لفظ ''محوۃ'' کے تحت منقول ہے۔ **محوة: من اسماء الشمال۔ ''لانھا تمحو السحاب وتذھب بھا''۔** (الجامع لاحکام القرآن صفحہ نمبر ۱۴۳ جلد ۱۴ حاشیہ نمبر ۱)

ترجمہ: (محوۃ) باد شمالی کے اسماء میں سے ایک نام ہے۔

(وجہ تسمیہ) کیونکہ وہ بادلوں کو زائل کرتی ہے اور انہیں لے جاتی ہے۔ یعنی اس سے بارش نہیں ہوتی۔

یہ واقعہ مدینہ منورہ عرب شریف کا ہے۔ عربوں سے پوچھ لو۔ وہاں باد شمالی سے پانی کبھی نہیں برستا۔ ہندوستان پر عرب کو قیاس کرنا سراسر باطل ہے۔

فاضل بریلوی پر الزام کی حقیقت:

مذکورہ واقعہ سے خداوند قدوس کی ''بے اختیاری ثابت کرنا'' عقل وفہم کا قصور اور جہالت وحماقت کے سوا کچھ نہیں۔ تعمیل حکم نہ کرنے اور حکم نہ چلنے میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔ حکم نہ چلنا حاکم کے عجز کی دلیل ہے اور کسی سرکش کا تعمیل حکم نہ کرنا اور تمرد و نافرمانی کی سزا پانا عجز کی دلیل نہیں۔ بلکہ حاکم کے قادر ہونے کی دلیل ہے۔

یہاں دوسری صورت ہے پہلی صورت نہیں۔

قارئین کرام! غور کریں:

☆۔ اللہ تعالیٰ نے ابلیس لعین کو حکم دیا کہ حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کر اس نے سجدہ نہیں کیا یہ شیطان کی سرکشی و نافرمانی ہے اس کی تعبیر یہ ہے کہ شیطان نے نافرمانی کی۔ یہ تعبیر غلط ہے کہ شیطان پر اللہ تعالیٰ کا حکم نہ چلا۔

☆۔ اللہ تعالیٰ نے جن وانس کو حکم دیا کہ ایمان لاؤ اکثر نے نافرمانی کی۔ اس کی صحیح تعبیر یہی ہے کہ اکثر نے نافرمانی کی یہ تعبیر غلط ہے کہ اللہ تعالیٰ کا حکم نہیں چلا۔

☆۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ اوامر شرعیہ کی پابندی کرو نواہی سے بچو۔ اکثر نے نافرمانی کی۔ اس کی صحیح تعبیر یہی ہے کہ اکثر نے نافرمانی کی۔ یہ تعبیر غلط ہے کہ اللہ تعالیٰ کا حکم نہیں چلا۔

☆۔ اسی طرح بادِشمال کو اللہ تعالیٰ کا حکم ہوا کہ کافروں کو نیست ونابود کر۔ اس نے نافرمانی کی۔ اس کی بھی صحیح تعبیر یہی ہے کہ اس نے تعمیل حکم نہیں کی نافرمانی کی۔ اس کو بدل کر یوں کہنا کہ اس سے لازم آیا کہ اللہ تعالیٰ کا حکم بادِشمال پر نہ چلا اور نعوذ باللہ ''خدا بے اختیار ہے''۔ دنیائے صحافت کا بدترین جرم ہے۔

(تحقیقات صفحہ نمبر ۱۴۰)

ثانیا: اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے یہ واقعہ حیوانات، نباتات اور جمادات میں مادۂ معصیت پائے جانے اور اس کی وجہ سے سزا یاب ہونے کے متعلق ذکر کیا ہے، اگر انسانوں اور جنوں کے علاوہ اور کوئی چیز کسی بات کی مکلف نہیں تھی تو اللہ رب العزت نے قرآن مجید میں یہ کیوں ارشاد فرمایا: {**و ما من دابة فی الأرض ولا طائر یطیر بجناحیه الا امم امثالکم ما فرطنا فی الکتاب من شیء ثم الی ربھم یحشرون** [الانعام:۳۹]۔ زمین میں جتنے جانور اور دو بازؤں سے اڑنے والے پرندے ہیں سب تمہاری طرح مخلوق ہیں (جن کے انواع کا حساب بھی انسان کی طاقت سے باہر ہے مگر) ہماری نوشت سے کوئی باہر نہیں پھر سب کو اپنے پروردگار کی طرف لوٹ کر جانا ہے [ترجمہ: ثناء اللہ امرتسری]۔

اس آیت کی تفسیر میں غیر مقلد محمد داؤد راز سلفی لکھتے ہیں کہ:

''سلف میں سے ایک جماعت کے نزدیک دریائی وخشکی کے تمام چرند پرند الگ الگ امت ہیں ہر ایک کے واسطے جدا تسبیح و ذکر ہے آیات واحادیث میں پتھروں وغیرہ کی تسبیح بھی ثابت ہے آنحضرت صلعم [ﷺ]

نے دو بکریوں کو لڑتے دیکھ کر ابوذر رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا اے ابوذر تم جانتے ہو یہ کیوں لڑ رہی ہیں؟ ابوذر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ نہیں آپ نے فرمایا لیکن اللہ خوب جانتا ہے اور قیامت میں دونوں کے درمیان انصاف کرے گا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ قیامت کے روز سینگوں والے سے بے سینگوں والے کا بھی قصاص دیا جائیگا رواہ ابن احمد فی مسند ابیہ اور مروی ہے کہ اللہ پاک ان کا فیصلہ کر کے فرما دیگا کہ تم سب خاک ہو جاؤ اس حال کو دیکھ کر کافر تمنا کریں گے کہ کاش آج ہم بھی خاک ہو جاتے۔ رواہ عبدالرزاق۔

(ثنائی ترجمہ والاقرآن مجید ۱۵۸، حاشیہ: ۳)

یہی لا مذہب داؤد راز لکھتے ہیں کہ: ''یعنی مخلوق میں سے ہر چیز اس کی پاکیزگی اور تعریف بیان کرتی ہے لیکن اے لوگو! تم ان کی تسبیح کو نہیں سمجھتے ہو اس لئے کہ وہ تمہاری زبان میں نہیں حیوانات نباتات جمادات سب اس کے تسبیح خواں ہیں۔۔۔۔۔ اللہ نے کسی مخلوق کو تسبیح اور نماز کے اقرار سے باقی نہیں چھوڑا۔

(ثنائی ترجمہ والاقرآن مجید، پارہ ۱۵، ص ۳۴۳ حاشیہ: ۱)

ایک اور غیر مقلد صلاح الدین یوسف اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ:

''ان آیات و صحیح احادیث سے واضح ہے کہ جمادات و نباتات کے اندر بھی ایک مخصوص قسم کا شعور موجود ہے جس کو ہم نہ سمجھ سکیں، مگر وہ اس شعور کی بنا پر اللہ کی تسبیح کرتے ہیں۔ (احسن البیان، پارہ: ۱۵، ص ۷۴۳)

مذکورہ بالا لا مذہبوں کے ترجمہ اور تفسیر سے معلوم ہوا کہ ہر مخلوق کے لئے جدا جدا نماز اور ذکر و تسبیح مقرر ہے اور ہر مخلوق خواہ اس کا تعلق جمادات سے ہے یا نباتات سے اس میں ایک خاص قسم کا شعور بھی موجود ہے جس کی بنا پر وہ اللہ رب العالمین کی تسبیح و نماز ادا کرتی ہے۔

ہوا بھی مخلوقات میں شامل ہے، پس ہر مخلوق سے اس کو عطا کردہ شعور کے مطابق روز قیامت سوال ہوگا، جیسا کہ حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے:

عن ابی ھریرۃ فی قولہ عزوجل {أمم أمثالکم} قال: یحشر الخلق کلھم یوم القیمۃ البھائم والدواب والطیر و کل شیء، فیبلغ من عدل اللہ أن یأخذ للجماء من القرناء، ثم یقول: کونی ترابا، فذلک یقول الکافر: {یا لیتنی کنت تربا}

(أخرجہ الحاکم فی المستدرک، کتاب التفسیر ج ۳ س ۳۴۳ ح ۳۲۸۴، **وقال: جعفر الجزری ھذا ھو ابن برقان، قد احتج بہ مسلم، وھو صحیح علی شرطہ ولم یخرجاہ۔**)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ نے اللہ تعالی کے فرمان {أمم أمثالکم} کی تفسیر میں فرمایا کہ: روز قیامت تمام مخلوقات کو جمع کیا جائے گا، چوپائے، جانور، پرندے اور دوسری تمام مخلوقات، پس اللہ تعالی کا عدل

ان تک پہنچے گا، پس ایسا جانور جس کے سینگ نہیں اس کے لئے وہ سینگ والے کو پکڑے گا پھر فرمائے گا کہ مٹی ہو جا، پس اس وقت کافر کہیں گے ''کاش میں بھی مٹی ہو جاتا''۔

پس حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت اور مذکورہ بالا غیر مقلدین کی عبارات سے واضح ہو گیا کہ تمام مخلوقات کو ہمیں سمجھ نہ آنے والا شعور عطا کیا گیا ہے جس کی بنا پر ان میں اطاعت و معصیت کا مادہ موجود ہے، پس اسی اطاعت و معصیت کی وجہ سے روز قیامت ان کو اللہ کی بارگاہ میں جمع کیا جائے گا اور اسی کے مطابق ان کے درمیان فیصلہ ہوگا، اگر وہ اس پر مکلف نہیں تو ان سے مؤاخذہ کیوں؟۔ اگر ہر لحاظ سے جن و انس کے علاوہ دوسری مخلوقات قوتِ اختیاری سے لاتعلق ہے تو ان سے کئے ہوئے اعمال پر مؤاخذہ ظلم ہے، کیا اللہ رب العالمین بغیر کسی نافرمانی کے ان کو سزا دے گا؟۔ ان وجوہات کی بنا پر نہ تو ''کن فیکون'' میں کچھ فرق واقع ہوتا ہے اور نہ ہی اللہ رب العزت کے ذات میں کوئی عیب ظاہر ہوتا ہے بلکہ اللہ تعالی کی طرف سے ان کو عطا کیا گیا ان کے احوال کے مطابق شعور ہی ان کی اطاعت و نافرمانی کا سبب ہے جس پر انہیں اللہ رب العالمین اپنی شان کے مطابق جزا و سزا دیتا ہے، اور دے گا۔

ثالثا: مرحوم علی زئی صاحب بار بار اپنی تحریر میں لفظ ''انکار'' استعمال کر چکے ہیں، کبھی لکھتے ہیں کہ: ''تابعین کے اقوال کی بنیاد پر یہ دعوی کر رہے ہیں کہ شمالی ہوا نے اللہ تعالی کے حکم سے انکار کر دیا تھا''۔ (الحدیث، شمارہ ۸۶ ص ۳۲) اور کبھی فرماتے ہیں کہ: ''احمد رضا خان بریلوی کا یہ دعویٰ ہے کہ شمالی ہوا نے اللہ تعالی کا حکم نہیں مانا''۔ (الحدیث شمارہ ۸۶ ص ۳۰) وغیرہما۔

حالانکہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی پوری عبارت میں لفظ ''انکار'' موجود نہیں بلکہ بادِ شمالی کا جواب مذکور ہے کہ اس نے جواب دیا کہ: ''بیبیاں رات کو باہر نہیں نکلتیں'' جبکہ اس کے اسلاف و ہمنواؤں نے اللہ تعالی کے حکم پر آسمانوں، زمین اور پہاڑوں کا انکار کرنا لکھا ہے، ملاحظہ ہو:

اللہ تعالی کا فرمان ہے کہ: **{انا عرضنا الامانۃ علی السموات والارض والجبال فأبین أن یحملنھا وأشفقن منھا و حملھا الانسان انہ کان ظلوما جھولا}** [الاحزاب: ۷۲]

''ہم نے اپنی امانت کو آسمانوں پر زمین پر اور پہاڑوں پر پیش کیا لیکن سب نے اس کے اٹھانے سے انکار کر دیا اور اس سے ڈر گئے مگر انسان نے اسے اٹھا لیا وہ بڑا ہی ظالم جاہل ہے۔ [ترجمہ: صلاح الدین یوسف]

اس آیت کی تفسیر میں یہی صاحب لکھتے ہیں کہ: ''پیش کرنے کا مطلب کیا ہے؟ اور آسمان و زمین اور پہاڑوں نے کس طرح اس کا جواب دیا؟ اور انسانوں نے اسے کس وقت قبول کیا؟ اس کی پوری کیفیت نہ ہم جان سکتے ہیں نہ اسے بیان کر سکتے ہیں ہمیں یہ یقین رکھنا چاہیئے کہ اللہ نے اپنی ہر مخلوق میں ایک خاص قسم کا احساس و

شعور رکھا ہے گو ہم اس کی حقیقت سے آگاہ نہیں لیکن اللہ تعالیٰ تو ان کی بات سمجھنے پر قادر ہے اس نے ضرور اس امانت کو ان پر پیش کیا ہوگا جسے قبول کرنے سے انہوں نے انکار کر دیا اور یہ انکار انہوں نے سرکشی و بغاوت کی بنا پر نہیں کیا بلکہ اس میں یہ خوف کارفرما تھا کہ اگر ہم اس امانت کے تقاضے پورے نہ کر سکے تو اس کی سخت سزا ہمیں بھگتنی ہوگی''۔ (تفسیر احسن البیان، ۵۶۰، دارالسلام)

اور اسی آیت کی تفسیر میں داؤد راز غیر مقلد لکھتے ہیں کہ: **فابین** کا ولی اللّٰہی ترجمہ یہی ہے کہ انہوں نے انکار کر دیا مطابق رائے بیشتر مترجمین و مفسرین ترجیح اسی ترجمہ کو حاصل ہے۔

(ثنائی ترجمہ والا قرآن مجید، ۵۱۲، فاروقی کتب خانہ ملتان)

کیا آسمان و زمین اور پہاڑوں کا پیدا کرنے والا اللہ نہیں؟ کیا اسی نے ان کو مسخر نہیں کیا ہوا؟۔ اگر ان کے انکار کرنے کی تاویل خوف سے کی جا سکتی ہے تو بادِ شمالی کی تاویل بھی پہلی عمومی عادت کی وجہ ''بیبیاں رات کو باہر نہیں نکلتیں'' کہنا سے کی جا سکتی ہے۔ مگر جناب ہیں کہ صحیح روایت کی موجودگی میں بھی تعصب و عناد کا نشان بنے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ پر اعتراض کر رہے ہیں۔ انکارِ صریح اور جوابِ غیر صریح میں کتنا فرق ہے یہ اہل علم سے مخفی نہیں ہے، جس کی ایک مثال قرآن مجید فرقان حمید میں انسان کی تخلیق کے حوالہ سے موجود ہے کہ اللہ رب العالمین نے فرشتوں سے فرمایا: **{انی جاعل فی الأرض خلیفة قالوا اتجعل فیها من یفسد فیها و یسفک الدماء و نحن نسبح بحمدک و نقدس لک}** [البقرۃ:۳۰]

جب تیرے رب نے فرشتوں سے کہا کہ میں زمین پر (اپنا) ایک نائب بنانے کو ہوں (جو سب دنیا کی آبادی پر حکمرانی کرے) وہ بولے کیا آپ ایسے شخص کو نائب بناتے ہیں جو اس (زمین) میں فساد کرے اور خون بہائے اور اگر خلیفہ ہی بنانا منظور ہو تو ہم اس کے قابل ہیں اس لئے کہ) ہم تیری خوبیاں بیان کرتے ہیں اور تجھے پاکی سے یاد کرتے ہیں خدا نے کہا یقینا میں جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے''۔ [ترجمہ: ثنائی] مزید وضاحت کی ضرورت نہیں جناب کے بزرگ کے ترجمہ میں موجود الفاظ ''اگر خلیفہ ہی بنانا منظور ہو تو ہم اس کے قابل ہیں'' سے بہت کچھ واضح ہو رہا ہے۔ جبکہ فرشتوں کے بارے میں واضح طور پر قرآن مجید فرقان حمید میں موجود ہے کہ: **{ویفعلون ما یؤمرون}** [النحل:۵۰] ''اور جس بات کا ان کو حکم ہوتا ہے وہی کرتے ہیں''۔ اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ مرزا صاحب اور انکی ہمنوا جماعت غیر مقلدین کا یہ اعتراض لغو اور باطل ہے۔

(جاری ہے)

ماڈلنگ ---- عورت کی تذلیل

تحریر: مرتضیٰ مغل

آج کل فحاشی اور عریانی کے ہر مظہر کو ملفوف بنا کر مارکیٹ کرنے کا رواج چل پڑا ہے۔ عورت کو حیا اور پاکیزگی کے ماحول سے نکالنے کے نت نئے طریقے ایجاد ہو گئے ہیں۔ بدقسمت عورتیں ہیں جو اپنی ناسمجھی یا کسی مجبوری کے سبب ابلیسی دماغوں کے پھیلائے ہوئے جال میں پھنس جاتی ہیں اور پھر "پبلک پراپرٹی" بن کر اپنے تقدس کو چند ٹکوں کے عوض در بدر نیلام کرتی پھرتی ہیں۔ پاک دامن بچیوں اور بیبیوں کو چکا چوند کر دینے والے مناظر کے پیچھے چھپے غلیظ کاروبار سے آگاہ کرنا جہاں والدین کا فرض اولین ہے وہیں قلم کاروں اور دانشوروں کو بھی اس پھیلے ناسور کا ادراک ہونا چاہیے۔ خوبصورت لباس زیب تن کرنا ہر ذی روح کی قدرتی خواہش ہے اور زیورات اور بناؤ سنگھار عورت کی شدید ترین آرزو ہوتی ہے۔ بوتیک پر بکنے والے لباس کے ساتھ اگر کسی ہیروئن یا ماڈل کی تصویر ہو تو کاروبار خوب چمک جاتا ہے۔ درزی یا فیشن ڈیزائنر' شوز بنانے والے زیورات اور میک اپ بیچنے والے اپنے کاروبار کو بڑھاوا دینے کے لئے اپنی مصنوعات کی تشہیر کے لئے ماڈلنگ' کیٹ واک اور فوٹو سیشن کے ذریعے عورتوں کو کاروباری مقاصد کے لئے استعمال کرتے ہیں۔

"یہ تو ماڈلنگ ہے" یہ کہہ کر بے روزگار اور بے مہار لڑکیوں کو فوٹو سیشن سے گزارا جاتا ہے اور پھر وہ ایک انجانی منزل کی طرف' بلکہ دوزخ کی آگ کی طرف لپکتی چلی جاتی ہیں۔ مجھے آج کی اس نشست میں خالصتاً قرآن و حدیث کی روشنی میں اپنی مسلمان بہنوں' بیٹیوں کو "ماڈلنگ" جیسی بے حیائی کے حوالے سے بعض ضروری پہلوؤں سے آگاہ کرنا ہے۔ قرآن کریم سورہ الاحزاب (۲۲) میں عورتوں کو حکم دیتا ہے "اسلام سے پہلے جاہلیت کے زمانے میں جس بناؤ سنگھار کی نمائش کرتی پھرتی تھیں وہ اب نہ کرو" سورہ النور (21) میں ارشاد ربانی ہے۔ "اور وہ اپنے پاؤں زمین پر مارتی ہوئی نہ چلیں کہ جو زینت انہوں نے چھپا رکھی ہے (یعنی زیور وغیرہ) اس کا حال معلوم ہو (یعنی جھنکار سنائی دے) اسی آیت میں

ذرا آگے چل کر ارشاد ہوتا ہے "اے نبی! مومن عورتوں سے بھی کہہ دو کہ وہ اپنی نگاہوں کو (غیر مردوں کی دید سے) باز رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں' اور وہ اپنے سینوں پر اپنی اوڑھنیوں کے بُکل مارلیا کریں۔ سورہ الاحزاب (۲۲) میں ارشاد باری تعالیٰ ہے "اگر تمہارے دل میں خدا کا خوف ہے تو دبی زبان سے بات نہ کرو کہ جس شخص کے دل میں بدنیتی کی بیماری ہو وہ تم سے کچھ امیدیں وابستہ کرلے گا۔ بات کرو تو سیدھے سادے طریقے سے کرو" (جس طرح انسان انسان سے بات کیا کرتا ہے)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔ "جو عورتیں کپڑے پہن کر بھی ننگی ہی رہیں وہ دوسروں کو رجھائیں اور خود دوسروں پر رنجھیں اور بختی اونٹ کی طرح ناز سے گردن ٹیڑھی کر کے چلیں' وہ جنت میں ہرگز داخل نہ ہوں گی اور نہ ہی اس کی خوشبو پائیں گی"۔ نماز باجماعت میں اگر امام غلطی کرے یا اس کو کسی حادثہ پر متنبہ کرنا ہو تو مردوں کو سبحان اللہ کہنے کا حکم ہے مگر عورتوں کو ہدایت کی گئی ہے کہ صرف دستک دیں اور زبان سے کچھ نہ بولیں (ابوداؤد)۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مردوں کو فرمایا۔ "اپنی عورتوں کو لباس زینت اور ناز و انداز کے ساتھ مساجد میں جانے سے روکو" عورتوں کی نماز باجماعت میں مونث امام کو اندرون صف کھڑا ہونے کی ہدایت ہے (تا کہ وہ نمایاں ہو کر بے حجاب نہ ہوجائے) (ہدایہ جلد اول)۔ انفرادی نماز میں عورتوں کے لئے حکم ہے کہ وہ سجدے میں اپنے سینے اور پیٹ کو رانوں سے ملائیں تا کہ بدن کے پھیلاؤ اور تفاصل میں سینہ لٹک کر بے حجاب نہ ہوجائے۔ قعدے میں میرین پر بیٹھ کر پیروں کو ایک طرف نکالیں تا کہ پیروں پر بیٹھ کر رانیں ابھری ہوئی اور اوپر کا دھڑ بلند نہ دکھائی دے۔ قیام میں ہاتھ سینے پر باندھیں تا کہ سینے کا ابھار نمایاں ہو کر بے پردہ نہ ہوجائے۔ شریعت درحقیقت ماں' بہن' بھائیوں کو ایک دوسرے کے برابر کھڑا ہو کر نماز ادا کرنے کی اجازت نہیں دیتی۔

غزوات (وہ جنگیں جن میں حضور نے شرکت فرمائی) میں مسلمان عورتیں اپنا جسم حتی الوسع زخمی مجاہدین سے مس نہیں ہونے دیتی تھیں اور اکثر ان کا دائرہ خدمت اپنے نزدیک ترین رشتے داروں تک محدود

ہوا کرتا تھا۔

حضور کا ارشاد ہے "جو شخص کسی عورت کا ہاتھ چھوئے گا جس کے ساتھ اس کا جائز تعلق نہ ہو' اس ہتھیلی پر قیامت کے روز انگارہ رکھا جائے گا"۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ نبی اکرم عورتوں سے صرف زبانی اقرار لے کر بیعت کیا کرتے تھے۔ ان کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں نہ لیتے تھے۔ آپ نے کبھی ایسی عورت کے ہاتھ کو مس نہیں کیا جو آپ کے نکاح میں نہ ہو۔ (بخاری باب بیعتیه لنساء' مسلم باب کیفیة بیعة النساء) مرنے کے بعد بھی عورت کے مردہ جسم کو صرف اس کے محرم مرد ہی ہاتھ لگا سکتے ہیں۔ شریعت نے عورت کی پردہ داری کا اس حد تک خیال رکھا ہے کہ (مرد کے مقابلے میں) اس کے کفن میں سر اور سینے کو خصوصاً ڈھکنے کے لئے ایک کپڑا زائد ہوتا ہے اور اس کا مردہ جسم کو قبر میں اتارتے وقت بھی پردے کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ شرم وحیا کے ضمن میں ہماری ملی روایات بھی ہمیشہ سے انتہائی شاندار اور قابل فخر رہی ہیں اور پاکیزہ خیال ہزاروں گھرانوں میں آج بھی ان پر عمل ہوتا ہے۔ ان دیندار اور خداترس خاندانوں کی کنواری لڑکیاں شادی سے پہلے کسی قسم کا سنگار نہیں کرتیں۔ بزرگوں کے سامنے ان کے سروں پر سے کبھی دوپٹہ نہیں اترتا۔ دولہا اور دلہن اپنے والدین کی موجودگی میں ایک دوسرے کے قریب یا برابر لگ کر نہیں بیٹھتے۔ خود والدین بھی جوان اولاد کے سامنے ایسی ہی شرم وحیا کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ منگنی کے بعد لڑکی کا لڑکے سے (لڑکا خواہ کتنی ہی قریبی عزیز ہو) پردہ کروادیا جاتا ہے۔ نکاح کے وقت لڑکی کی طرف سے خاموشی اختیار کرنا یا محض گردن ہلا کر "ہاں" کردینا ہی ایجاب وقبول کی علامت سمجھا جاتا ہے۔ نوجوان لڑکی بن سنور کر سٹوڈیو میں جا کر اپنی تصویر اتروانے کا سوچ بھی نہیں سکتی (ہماری اس ملی روایت کا انگریز حکمرانوں تک نے احترام کیا اور انہوں نے مسلمان خواتین کو مختلف نوعیت کے فارموں و دیگر دستاویزات پر اپنی تصویر چسپاں کرنے سے مستثنیٰ قرار دے رکھا تھا)۔ قیام پاکستان سے قبل مسلمان لڑکیاں نرس کا پیشہ اختیار نہیں کیا کرتی تھیں (اس لئے کہ ان کا واسطہ نامحرم مرد مریضوں سے پڑتا تھا) سکول کالج میں تھیٹریکل کمپنیوں کی جانب سے منعقد کیے جانے والے ڈراموں میں عورتوں کا کردار بھی مرد ہی ادا کیا کرتے تھے۔ عورتوں کا درزیوں

کی دکانوں پر جا کر اپنے جسم کا ماپ دینا حرام سمجھا جاتا تھا۔بال ترشوانا ابروئیں باریک کرنا بعیداز قیاس تھا۔اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ وہ خدا جونمائش حسن کو" تبرج الجاھلیہ " قرار دیتا ہے۔وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جوفریضہ امامت اور نماز کی ادائیگی کے دوران بھی عورت کی پردہ پوشی کا پورااہتمام فرماتے ہیں اور مسلمان معاشرہ کی اعلیٰ روایات جوایک جوان بیٹی کواپنے والد کے سامنے بھی برہنہ سر دیکھنا گوارانہیں کرتیں' بھلا موجودہ دور کی حیاسوز اور شرمناک "ماڈلنگ" کو کیسے برداشت کرسکتے ہیں؟ قرآنی معاشرہ میں ایک خوش اندام' چھیل چھبیلی' الھڑ دوشیزہ کے سٹائلش ، ننگے شانوں پر بکھرے ہوئے بالوں کے ساتھ بھڑکیلے' نیم عریاں اور چست لباس میں سگریٹ کے کش لگانے' دریا اور سمندر کے پانی میں غوطے لگانے اچھلنے کودنے' قہقہے لگانے اور مکمل دلربائی کے انداز میں ڈائیلاگ ادا کرنے وغیرہ کی قطعاً کوئی گنجائش نہیں ہے۔ان خرافات کوصرف مغرب کا جنس زدہ بدتہذیب اور عورت کی عصمت وعفت کی اہمیت سے نا آشنا' مادر پدر آزاد معاشرہ ہی برداشت کرسکتا ہے۔مسلمان سوسائٹی کبھی کسی تاجر کواس امر کی اجازت نہیں دے سکتی کہ وہ اپنی دکانداری چمکانے کی غرض سے عورت کے جسم کا سہارا لے۔یہ نسوانیت کا کھلا استحصال ہے۔اسلامی قوانین میں عورت کی معاشی پوزیشن مرد سے بھی زیادہ مستحکم رکھی گئی ہے تاہم بہ امر مجبوری اسلام عورت کوکسب رزق سے نہیں روکتا۔اضطراری حالت میں وہ تعلیم وتدریس' طب صنعت وحرفت' تجارت' تصنیف وتالیف' ادب وصحافت' غرض زندگی کے اکثر شعبوں کے دروازے اس پر کھول دیتا ہے لیکن اس کڑی پابندی کے ساتھ کہ وہ اپنے پیٹ کی آگ بجھاتے بجھاتے دوزخ کی آگ سے غافل نہ ہوجائے اور اپنی تمام تر معاشی سرگرمیوں میں پاکیزگی نفس اور شرم وحیا کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑے!۔قرآن وسنت کی واضح ہدایات اور شاندار اسلامی تہذیب کے حوالوں کے بعد والدین پر یہ لازم ہے کہ وہ اپنے بچوں اور بچیوں کودوزخ کی آگ کی طرف جانے سے فوراًروک لیں۔اللہ تمام بہنوں' بیٹیوں کی عزتوں کی حفاظت فرمائے (آمین)۔

استحکام پاکستان سنی کانفرنس حسن ابدال

مورخہ 11 مئی بروز بدھ بعد نماز مغرب ادارہ فیضان مصطفی ڈھوک مسکین حسن ابدال میں تحریک علماء اہلسنت کے زیرانتظام عظیم الشان پانچویں سالانہ استحکام پاکستان سنی کانفرنس انتہائی جوش ومحبت اور ملی وقومی یگانگت سے منعقد کی گئی۔اس عظیم الشان کانفرنس میں ملک کے طول وعرض سے کثیر تعداد میں علماء ، فضلاء ، مشائخ ،صوفیاء ، مذہبی تحاریک ومجالس کے سربراہان ، قراء حفاظ اور عشاقان رسول نے شرکت فرمائی۔اس عظیم الشان کانفرنس میں عشاقان رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جم غفیر بھی تھا علمائے کرام میں مولانا صاحبزادہ حامد رضا کامرہ ، مولانا سعید رضوی اٹک مولانا احسان گولڑوی اور قاضی محبوب کبریا ہری پور ، صاحبزادہ پیر محمد فاروق میروی ، مولانا محمد عرفان رضوی فتح جنگ ، مولانا عمران مانسہرہ ، مولانا وقار جلالی ا،سلم فارانی گڑھی حبیب اللہ ، مولانا مشتاق چشتی ، قاری عبدالرحمن ، مولانا مفتی شہزاد گل حسن ابدال ، مفتی

عبدالسلام قادری ، مفتی آصف مدنی اور مفتی عارف محمود واہ کینٹ سے دیگر کئی علمائے کرام کے ساتھ خصوصی طور پر شریک ہوئے علاوہ ازیں تحریک علمائے اہل سنت کی ساری قیادت اور وابستگان علمائے کرام ، دیگر کئی علمائے کرام حسن ابدال ، واہ کینٹ اور گردنواح کے دیہات اور قصبوں سے تشریف لائے ادارہ صراط مستقیم سے وابسطہ علمائے کرام اور اراکین بھی اس کانفرنس کی زینت تھے۔اس کانفرنس کی پہلی نشست میں نقابت کے فرائض مولانا قاری محمد محسن قادری صاحب نے سرانجام دیئے اور خوب خوب عاشقان رسول کے دلوں کو اپنے اشعار وانداز سے گرمایا۔تلاوت کا فریضہ حضرت علامہ مولانا مفتی پیر محمد سید فیض الامین شاہ صاحب نے سرانجام دیا۔آپ کی مست وبےخود کر دینے والی پرسوز آواز اور حجازی لہجے میں کی جانے والی تلاوت قرآن مجید نے محفل پر رقت طاری کر دی۔بعد تلاوت نعت خوانان شیریں لسان نے شیریں آوازوں سے ایک سماں باندھ دیا۔بعد نماز عشاء نقابت کے

فرائض ہمارے ہر دل عزیز خطیب ونقیب حضرت علامہ مولانا محمد راشد رؤف عطاری جو کہ خود بھی بہت اعلی پائے کے نعت گو شاعر ہیں نے سنبھالے۔ اور عشق رسول کے مختلف پہلوؤں، قیام پاکستان و استحکام پاکستان کیلئے ہمارے اسلاف اکابرین علماء اہلسنت کی خدمات کو خوب خوب سراہتے ہوئے اس بات پر بہت زور دیا ہے کہ یہ ملک ہمارے اکابرین اہلسنت کی عظیم کاوشوں اور قربانیوں کا ہی ثمرہ ہے۔ وہ وقت جب ہندوستان میں ہندو مسلم اتحاد کی باتیں ہو رہی تھیں بڑے بڑے نام نہاد علماء وزعماء گاندھی کی زلفوں کے اسیر ہو رہے تھے اس وقت اعلی حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ نے دو قومی نظریہ کی ترجمانی کی۔ لیکن دکھ کی بات یہ ہے کہ ہماری غفلتوں کے باعث آج ہمارے تعلیمی نظام پر وہ لوگ قابض ہیں جو پاکستان بنانے کے شدید مخالف تھے۔ آئیں ہم سب مل کر اتحاد و اتفاق سے کام کریں اور اس ملک میں عاشقان رسول کی بالا دستی قائم کرنے کی کاوش کریں۔ اس کانفرنس کے انقعاد کا ایک مقصد یہ بھی تھا کہ ہمارے وہ عظیم قائدین وعلماء اور ان کے رفقاء جو تحفظ ناموس رسالت کی پاداش میں اسیر ہوئے۔ قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں اور کئی روز بعد رہائی کا پروانہ پایا انہیں خراج تحسین پیش کیا جا سکے۔ ان میں سرفہرست حضرت علامہ مولانا صاحبزادہ محمد اویس ہزاروی اور علامہ مولانا مفتی محمد آصف المدنی اور ان قائدین کے وفاء شعار رفقاء ہیں۔ اسی کانفرنس سے حضرت علامہ مولانا صاحبزادہ محمد حامد رضا صاحب رہنما تحریک علماء اہلسنت نے پورے جوش و ولولے کے ساتھ فرمایا کہ تحفظ ناموس رسالت وہ عظیم فریضہ ہے جسے ہر مومن سرانجام دیتا ہے اور جو خوش نصیب یہ فریضہ سرانجام دے لیتا ہے۔ اللہ تعالی ایک آن واحد میں اسے مقام عروج اور منزل قرب عطا فرماتا ہے۔ جس کی زندہ جاوید مثال غازی ملت شہید تحفظ ناموس رسالت ملک محمد ممتاز قادری رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ آپ کی ہمت، جرات، استقلال، قربانی تاریخ اسلام کے ماتھے کا جھومر ہے۔ آپ کے خطاب ذیشان کے بعد نوجون سکالر حضرت علامہ مولانا عبد الرشید اویسی صاحب نائب صدر ادارہ صراط مستقیم آزاد کشمیر نے خطاب کرتے ہوئے سرور عالم ﷺ کی ذات و کمالات کے مختلف پہلووں پر روشنی

ڈالتے ہوئے اس بات پر زور دیا کہ مفلس وہ نہیں کہ جس کے پاس مال و دولت کی فروانی نہ ہو بلکہ مفلس تو وہ ہیں جن کے سینے عشق مصطفی سے عاری ہیں۔ ہم سب یقینا بہت خوش نصیب ہیں کہ ہم نہ صرف اپنے آقا ﷺ کا کلمہ پڑھتے ہیں بلکہ آپ کی محبت سے بھی خوب خوب سرشار ہیں آپ کے خطاب کے بعد اس عظیم الشان استحکام پاکستان کا سب سے خوبصورت پہلو یوں سامنے آیا کہ غازی ملک ممتاز قادری شہید رحمۃ اللہ علیہ تقریباً ساڑھے پانچ سال کا عظیم شہزادہ علی رضا عطاری جس کے سر پر اللہ رب العزت نے اس ننھی عمر میں عزتوں کا تاج سجایا، نے خوبصورت انداز میں نعتیں اور ولولہ انگیز کلام پیش کیئے۔ ہر شخص غازی کی محبت سے سرشار پروانہ وار اسی ننھے شہزادے پر نثار ہونے لگا۔ شہزادے کے بعد علامہ راشد رؤف عطاری نے مہمان خصوصی قائد اہلسنت جناب ڈاکٹر اشرف آصف جلالی مدظلہ العالی کی موجودگی میں آپ کی شان عظمت میں لکھا گیا اپنا خوبصورت کلام پیش کر کے ایک عجیب سماں باندھ دیا۔ بعد ازاں اس عظیم الشان کانفرنس کے صدر محترم فخر السادات زینت مسند رشد و ارشاد سید عنایت الحق شاہ صاحب دامت برکاتہ العالی نے صدارتی خطبہ ارشاد فرماتے ہوئے بڑے ہی موثر اور موقع کی مناسبت سے اس بات پر زور دیا کہ لوگوں نے جب علماء حق کو صرف مساجد و مدارس تک محدود کیا تو آج ملک پر وہ لوگ حکمران ہو گئے جن کی کرپشن کی داستانیں آج پوری دنیا میں سنائی دے رہی ہیں الحمد اللہ ڈی چوک میں ہونے والے دھرنے میں علمائے حق نے اپنی استقامت ثابت کر دی ہے۔ آپ نے آخر میں اسی بات پر بہت زور دیا کہ اگر سنی عاشقان رسول نے غازی کی شہادت کو فراموش نہ کیا اور اپنے ووٹ کا درست استعمال کیا تو وہ دن دور نہیں جب ہماری اسمبلیاں بھی لبیک یا رسول اللہ کے نعروں سے گونجیں گی۔ مخلص عاشقان رسول حکمران بنیں گے ملک خوش حال ہوگا اور پوری دنیا پر ہمارے ملک اور دین اسلام کی دھاک قائم ہوگی۔ ان کے صدارتی خطبے کے بعد نعروں اور جذبوں کی فلک بوس صداؤں میں کنز العلماء اشرف العلماء سربراہ ادارہ صراط مستقیم وقائد تحریک لبیک یا رسول اللہ حضرت علامہ مفتی ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی دامت برکاتہ العالیہ نے اپنے قائدانہ جاہ

جلال اور مومنانہ عزم واستقلال سے خطاب شروع فرماتے ہوئے ایسے ایسے نقاط پیش فرمائے کہ جن کی نظیر ملنا مشکل ہے۔آپ نے ان احادیث کریمہ کی روشنی میں اس بات کا اظہار فرمایا کہ مسلمان کی عزت وعظمت دنیا سے بے رغبتی اور موت سے عشق میں ہے آج دنیا سے محبت اور موت سے نفرت کے باعث مسلمان ذلت ورسوائی کے عمیق گڑھے میں گر چکا ہے آپ نے اسی بات پر زور دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ طاقت اسلحے اور ایٹم بم میں نہیں ہے۔ہم موت سے ڈرنا چھوڑ دیں تو ساری باطل قوتیں ہمارے سامنے سرنگوں ہوں گی۔ہم اپنے ووٹ سے طاقت کا برمحل استعمال کریں۔اور وہ تمام لوگ جن کا اللہ اور اس کے رسول سے کوئی تعلق نہیں انہیں ریجیکٹ کریں۔عاشقان رسول کو آگے لائیں۔غازی ملک ممتاز قادری شہید رحمۃ اللہ علیہ نے اسی بات کا پریکٹیکل کر کے بتادیا کہ مومن کو جان سے نہیں اپنے رسول ﷺ سے پیار ہے۔ہم آگے بڑھیں اور سرفروشی کی داستانیں رقم کریں۔آخر میں آپ نے تحریک علماء اہلسنت کے اس عظیم الشان کانفرنس کے انعقاد پر خوب خوب خراج تحسین پیش کیا۔اور خاص طور پر اس کانفرنس کے روح رواں مجاہد اہلسنت بانی وسرپرست ادارہ فیضان مصطفی ورہنما تحریک علماء اہل سنت مولانا محمد منصور رضا قادری صاحب کی عظیم کاوشوں کو سلام پیش کیا۔یہ علامہ منصور رضا ہی کی انتھک محنت تھی جس کے باعث اس عظیم الشان کانفرنس کا قیام عمل میں لایا جاسکا۔بعد خطاب آپ نے ملک وقوم کی سا لمیت کیلئے دعا فرمائی۔اور صلوۃ وسلام اور دعا پر اس عظیم الشان کانفرنس کا اختتام ہوا۔

نوٹ:- ادارہ فیضان مصطفے کے 9 فارغ التحصیل حفاظ انشاءاللہ اس سال رمضان میں مختلف مساجد میں قرآن پاک سنائیں گے نیز امسال میں مختلف مساجد کی کمیٹیوں کے عہدداروں کو ادارہ فیضان مصطفی میں آخری عشرہ کا اعتکاف کرانے کا پروگرام ہے جس میں ان حضرات کو مساجد کے مسائل ومعاملات اور امام وخطیب کے حقوق واحترام اور دیگر ضروری مسائل کے بارے میں خصوصی طور پر تربیت دی جائے گی

تبصرہ کتب

تبصرہ نگار: افضل شاہد اعوان

نام کتاب: توہین رسالت اور اسلامی قانون

تالیف: شیخ الاسلام مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی رحمۃ اللہ علیہ

ترجمہ وحواشی: مفتی ابومحمد اعجاز احمد صفحات=184

تقدیم: حضرت علامہ مفتی محمد عطاءاللہ نعیمی

ناشر: جمعیت اشاعت اہلسنت پاکستان

کوہ نور مسجد کاغذی بازار میٹھادر کراچی

021-32439799

جمعیت اشاعت اہل سنت پاکستان ایک معروف دینی ادارہ ہے جو گذشتہ کئی سالوں سے مسلک حقہ اہل سنت وجماعت کی ترویج واشاعت کے لئے سرگرم عمل ہے اور کئی شعبہ جات میں بہترین خدمات سرانجام دے رہا ہے۔ان مین سب سے اہم اور منفرد مفت سلسلہ اشاعت ہے جس کے تحت ہر ماہ مقتدر اور معتبر قسم کے علمائے اہلسنت کی علمی اور تحقیقی کتب شائع کر کے اپنے اراکین میں مفت تقسیم کرتا ہے یہ سلسلہ تقریباً گذشتہ پچیس سال سے جاری وساری ہے۔شائع کرنے کے لئے کتاب کا انتخاب اتنا عمدہ ہوتا ہے کہ دیکھ کر دل عش عش کر اٹھتا ہے۔بعض اوقات انتہائی نایاب اور غیر مطبوعہ ایسی کتابیں یہ ادارہ ڈھونڈ نکالتا ہے کہ بے ساختہ داد دینے کو جی چاہتا ہے۔ہر باذوق،علم دوست سنی کو اس ادارے کا ممبر لازمی بننا چاہیے۔صرف سو روپیہ سالانہ ممبر شپ فیس ہے۔ناچیز خود عرصہ دراز سے جمعیت کا ممبر ہے۔

زیر تبصرہ کتاب ''توہین رسالت اور اسلامی قانون'' کا مفت سلسلہ اشاعت نمبر 263 ہے جو کہ بارہویں صدی ہجری کے ایک عظیم عالم دین شیخ الاسلام مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی رحمۃ اللہ علیہ کی تالیف کردہ ہے۔اس کا عربی نام "السیف الجلی علی ساب النبی ﷺ" ہے اپنے موضوع پر ایک مدلل

اور جامع تحریر ہے اس میں آپ نے اپنے موضوع پر مذاہب اربعہ کے حوالے سے نہایت ہی قابل
قدر اور علمی بحث کی
ہے۔ اس میں انہوں نے نبی ﷺ کی توہین کرنے والے کی سزا کے ساتھ ساتھ دیگر انبیائے کرام،
فرشتوں، صحابہ کرام، ازواج مطہرات کو گالی دینے والی کی سزا کے بھی مختصراً شرعی احکام بیان فرمائے
ہیں۔ شیخین کریمین اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا کو گالی دینے والے کی سزا کی خصوصی
صراحت فرمائی ہے۔ غازی ملت حضرت ممتاز قادری شہید رحمۃ اللہ علیہ کے چہلم کے موقع پر اس
کتاب کو خصوصی اہتمام کے ساتھ جمعیت اشاعت اہل سنت نے شائع کر کے بہترین خدمت سرانجام
دی ہے۔ چہلم کے موقع پر سٹال لگا کر صرف 30 روپے ہدیہ پر عوام الناس کو فراہم کی گئی۔ اب بھی
خواہش مند حضرات جمعیت کے پتہ سے حاصل کر سکتے ہیں۔

نام کتاب: مجاہد ملت مولانا محمد عبدالستار خان نیازی خفیہ پولیس کی نظر میں

مؤلف: محمد ضیاء الحق چوہان (گولڈ میڈلسٹ)

ناشر: مجاہد ملت فاؤنڈیشن برج کلاں ضلع قصور

صفحات: 48 ہدیہ: پچاس روپے کے ڈاک ٹکٹ

بطل حریت مجاہد ملت حضرت مولانا محمد عبدالستار خان نیازی رحمۃ اللہ علیہ ایک معروف مذہبی
اور سیاسی رہنما گزرے ہیں جنہوں نے زمانہ طالب علمی سے لے کر تادم آخر قیام پاکستان کے لئے
اور بعد ازاں استحکام پاکستان کے لئے جو انتھک جدوجہد کی ہے اور عظیم خدمات سرانجام دی ہیں اس
کی مثال پیش کرنے سے تاریخ قاصر ہے۔ اگرچہ قیام پاکستان سے پہلے اور بعد آپکی مذہبی خدمات بھی
انتہائی نمایاں اور قابل قدر ہیں لیکن قیام پاکستان کے لئے آپ نے جو مجاہدانہ کردار ادا کیا ہے وہ آپکی
شخصیت کا ایک ذریں پہلو ہے

زمانہ طالب علمی میں آپ نے کچھ دوستوں کے ساتھ مل کر پنجاب مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن کی
بنیاد رکھی۔ اس کے بعد پنجاب مسلم لیگ کونسل اور آل انڈیا مسلم لیگ کونسل کے ممبر رہے اور پنجاب مسلم
لیگ کے سیکرٹری اطلاعات کے علاوہ کئی نمایاں عہدوں پر کام کیا۔ آپ ایک دبنگ، رعب دار اور نڈر

شخصیت کے مالک تھے۔ آپ اپنی تقریروں میں کانگرسیوں کو نشانے پر رکھتے تھے۔ کانگرس کے ہمنوا
مسلمانوں کی بھی خبر لیتے تھے اور خصوصی طور پر انگریز حکومت کو للکارتے تھے جن سے پاکستان لینا تھا

دوسری طرف انگریز حکومت نے حالات سے باخبر رہنے کے لئے اپنی خفیہ پولیس کو متحرک
کر رکھا تھا جو کہ ہفتہ وار رپورٹ حکومت کو بھیجتی تھی۔ ممتاز محقق پروفیسر ڈاکٹر ریاض احمد نے ان رپورٹوں
میں پنجاب سے مطلق رپورٹوں کو "The punjab Muslim league
1906-1947: Secret Police Abstracts"
کے عنوان سے جمع کر دیا ہے۔ 1941ء سے 1947 تک کی رپورٹوں میں حضرت علامہ مولانا محمد عبد
الستار خان نیازی رحمۃ اللہ علیہ کا جا بجا تذکرہ موجود ہے۔ چنانچہ اہلسنت کے معروف قلمکار جناب محترم
محمد صادق قصوری کے حکم پر برادر عزیز ضیاء الحق صاحب نے مولانا نیازی کی جدوجہد کے حوالے سے
بکھری ہوئی رپورٹوں کو نہ صرف جمع کر دیا ہے بلکہ ان کا اردو میں ترجمہ بھی کر دیا ہے تا کہ انگریزی سے
نابلد لوگ بھی اس سے استفادہ کر سکیں۔ اس کے ساتھ ساتھ انتہائی معلوماتی اور ضروری حواشی بھی دیے
گئے ہیں جن کی وجہ سے کتاب دلچسپ اور آسان ہو گئی ہے۔

برادر عزیز محمد محمد ضیاء الحق صاحب گولڈ میڈلسٹ میرے استاد محترم حضرت علامہ قاری محمد یا
سین چوہان رحمۃ اللہ علیہ خطیب مرکزی جامع مسجد گوجر خان کے ہونہار فرزند ہیں۔ ضیاء الحق صاحب
الخیر یونیورسٹی آزاد کشمیر سے ایم فل کر رہے ہیں۔ اس میں ان کا مقالہ بھی علامہ عبدالستار خان نیازی
رحمۃ اللہ علیہ پر ہے حضور مجاہد ملت سے بہت زیادہ محبت رکھتے ہیں۔ اسی محبت کی وجہ سے وہ مولانا
نیازی رحمۃ اللہ علیہ پر اتنا تحقیقی مواد منظر عام پر لانے میں کامیاب ہوئے ہیں۔ برطانوی خفیہ پولیس کی
یہ رپورٹیں اتنی دلچسپ اور معلوماتی ہیں کہ قاری ان میں کھو جاتا ہے اور تحریک پاکستان کے عہد رفتہ کے
مناظر آنکھوں کے سامنے گھومنے لگتے ہیں۔ ہم نے یہ پڑھ رکھا تھا اور سن رکھا تھا کہ مولانا نیازی نے
تحریک پاکستان میں بڑا مجاہدانہ کردار ادا کیا ہے لیکن یہ رپورٹیں پڑھ کر یہ محسوس ہوا کہ تحریک پاکستان
میں کردار ادا کرنے کے حوالے سے میرے دل و دماغ میں علامہ نیازی کی جو شخصیت منقش تھی وہ بہت
چھوٹی تھی علامہ نیازی اس سے بہت بڑھ کر ہیں۔ مجھے افسوس ہو رہا ہے کہ ہم مولانا کی زندگی میں لوگوں
کو ان کے مقام و مرتبہ سے کما حقہ روشناس نہیں کرا سکے۔ ان رپورٹوں سے مولانا نیازی کے کئی حیران

کن پہلو سامنے آتے ہیں یہ رپورٹیں اس بات کی متقاضی ہیں کہ ان کے حوالے سے مولانا کی شخصیت پر مستقل مضمون لکھا جائے تاریخ کے طالب علموں کے لئے اور مولانا نیازی رحمۃ اللہ علیہ کے چاہنے والوں کے لئے یہ پڑھنے کی چیز ہے ضرور پڑھیے 19 اکتوبر 1946ء کے آخری ہفتے کی رپورٹ میں ہے "دو ہفتوں کے دوران نواب آف ٹونک اور مولانا عبدالستار خان نیازی نے بہتر جلسے کئے۔" اس سے پاکستان ہمارے بزرگوں نے کتنی مشکل سے حاصل کیا۔ محترم محمد صادق قصوری صاحب لائق تحسین ہیں کہ جنہوں نے اپنے ادارے "مجاہد ملت فاؤنڈیشن پاکستان" کی طرف سے یہ تاریخی اور معلوماتی دستاویز منظر عام پر لائے ہیں۔

نام کتابچہ: فلسفہ معراج النبی ﷺ بیان: علامہ شاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ علیہ

ناشر: پیام نورانی کراچی 0301-2869493

پتہ: چشتی ہاوس سٹی ریلوے کالونی بلاک 33 نزد حنفیہ مسجد عقب جنگ پریس کراچی

امام انقلاب قائد ملت اسلامیہ حضرت علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت وہ عظیم شخصیت ہے جو کسی تعارف کی محتاج نہیں ہے۔ عظیم باپ کے عظیم فرزند اور عالم اسلام کے قابل فخر فرزند اور بے مثال رہنماء تھے۔ عالم اسلام کے لئے گراں قدر خدامات سرانجام دی ہیں خصوصاً پاکستا ن میں نظام مصطفی ﷺ کے نفاذ کے لئے ساری زندگی جدوجہد کی ہے۔

کراچی سے مولانا نورانی کے چاہنے والے محمد عتیق نورانی اور انکے دوستوں کے لئے" ماہنا مہ پیام نورانی" کا سلسلہ شروع کا ہے جس میں ہر ماہ علامہ موصوف رحمۃ اللہ علیہ کا کوئی بیان شائع کیا جاتا ہے۔ زیر تبصرہ شمارہ جو کہ Vol 6: ہے اس میں فلسفہ معراج النبی کے نام سے علامہ نورانی رحمۃ اللہ علیہ کا علمی بیان شائع کیا گیا ہے۔ اہل ذوق مذکورہ بالا پتہ سے حاصل کر سکتے ہیں

جاگ اٹھے ہیں اہلسنت گونج اٹھا یہ نعرہ ہے
دور ہٹو اے دشمن ملت! پاکستان ہمارا ہے

ہم ہیں اہلسنت ہم نے پاکستان بنایا تھا
ہم نے ہی انگریز یہاں سے انگلستان بھگایا تھا

ہم نے ہی وہ پرچم تھاما جس پر چاند ستارا ہے
دور ہٹو اے دشمن ملت! پاکستان ہمارا ہے

فضل حق کا نعرہ حق ہے اب تک یاد زمانے کو
جس کا اک فتوٰی تھا کافی افرنگ کے لرزانے کو

اہلسنت کا وہ مجاہد جس سے باطل ہارا ہے
دور ہٹو اے دشمن ملت! پاکستان ہمارا ہے

نعیم الدین، امیر ملت، بوالحسنات کو یاد کرو
بنارس کانفرنس کی قدر و قیمت کا احساس کرو

ہندو، فرنگی، کانگرسی ملا سکھ کو لتاڑا ہے
دور ہٹو اے دشمن ملت! پاکستان ہمارا ہے

ہر اک سنی عالم اب بھی رہبر ہے اس ملت کا
امریکی ازم جن کی نگاہ میں رستہ ہے بس ذلت کا

اللہ کے قرآن ہوتے ہر اک ازم ناکارہ ہے
دور ہٹو اے دشمن ملت! پاکستان ہمارا ہے

امریکی اشارے پہ چلنے والوں راہ راست مدینہ ہے
سرخ گوریلو! عشق محمد ﷺ کامیابی کا زینہ ہے

دنیا والو ہر اک لاء پر قانون الٰہی بھارا ہے
دور ہٹو اے دشمن ملت! پاکستان ہمارا ہے

اپنے وطن کو ہم امریکی سازش سے بچائیں گے
دشمن کی ہر سازش سے پردہ ہم اٹھائیں گے

حق کے مقابل آئے کوئی کس میں اتنا چارہ ہے
دور ہٹو اے دشمن ملت! پاکستان ہمارا ہے

نازک وقت ہے آؤ بھائیو! کفر کا سینہ چاک کریں
اپنا وطن ہے سارا اس کو ناپاکی سے پاک کریں

پاکستان ہمارا ہے اور سارے کا سارا ہے
دور ہٹو اے دشمن ملت! پاکستان ہمارا ہے

پاکستان کو اب سب مل کر پاک استان بنائیں گے
قبلہ اول اور کشمیر سے دشمن مار بھگائیں گے

دارالسلام سے کفرستان ہم نے پھر للکارا ہے
دور ہٹو اے دشمن ملت! پاکستان ہمارا ہے

(حضرت علامہ مفتی ابوداؤد محمد صادق قادری رضوی رحمۃ اللہ علیہ)